رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

# تشحیذ الاذہان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۶ | بابت ماہ جون ۱۹۲۱ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ | ط ۶۰

قیمت سالانہ عوام سے ۶ روپیہ

قیمت بہر حال پیشگی

قیمت سالانہ عوام سے ۶ روپیہ

## فہرست مضامین

آریہ سماج کے چار بنیادی مسائل
{تناسخ - قدامت روح و مادہ
پیدائش عالم - نیست سے ہست}
پر ایک وکیل کی نظر تنقید

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

**تشحیذ ماہ جون وی پی** یہ رسالہ ان دوستوں کے نام جنہوں نے تا حال سنہ ۲۰ء یا سنہ ۲۱ء کی قیمت ادا نہیں کی وی پی کیا گیا ہے۔ امید کرتا ہوں۔ وصول فرما کر شکریہ کا موقعہ دینگے ؎

تشحیذ کا فنڈ کمزور ہے۔ اس کو مضبوط کرنے کا یہی طریق ہے۔ کہ خریدار بڑھانے کی طرف خاص توجہ دی جائے۔

دوم تشحیذ کے خاص خاص نمبر مثلاً التشریح الصحیح جس میں نزول المسیح کا پورا پورا بیان ہے۔ بحوالہ قرآن وحدیث وکتب معتبرہ مستندہ اہل سنت وجماعت ہے قیمتی ۶ر اور ماہ مارچ کا تشحیذ جس میں ختم نبوت پر پوری پوری بحث از روئے آیات قرآنی واحادیث صحیحہ قیمتی ۱ر۔ بہت سی تعداد میں منگوا کر قرب وجوار اور احباب میں تقسیم کریں ؎

**نئی کتابیں** منشی فخر الدین صاحب ملتانی نے حال میں دینیات کا پہلا رسالہ شائع کیا ہے جو بچے بچیوں کیلئے مفید ہے۔ اور جس میں حضرت مسیح موعود کے الفاظ ہیں اس کے علاوہ ایک ہمدردانہ خط اور فتح اسلام تبلیغ کے لئے مفید ٹریکٹ شائع کئے ہیں۔ اور ایک عمدہ رسالہ مکرم معظم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کا مصر و شام و عرب میں تبلیغ کے لئے نہایت نفیس کاغذ پر عمدہ چھپوائی کے ساتھ شائع کیا ہے۔ احباب کو چاہیئے۔ کہ رسالے منگوا کر خود بھی فائدہ اٹھائیں۔ اور دوسروں تک بھی پہنچائیں ؎

**لوح الہدیٰ** مولوی محمد عنایت اللہ صاحب نصیر بک ایجنسی نے حضرت خلیفۃ المسیح کی مشہور نظم "تو نہالان جماعت مجھے کچھ کہتا ہے" حضور کے نوشتہ نوٹوں کے ساتھ کتابی تقطیع پر شائع کی ہے۔ نہایت عمدہ کاغذ و رنگین چھپوائی۔ قیمت ۲ر

**وفات عیسیٰ** ایک مختصر رسالہ ہے۔ جو وفات مسیح پر بچوں کے پڑھانے کے لئے ماسٹر عبدالرحمن صاحب ٹیچر ہائی سکول قادیان نے لکھا ہے۔ اس رسالہ کی خوب اشاعت ہونی چاہیئے۔ امید کرتا ہوں۔ کہ جناب ماسٹر صاحب اس رسالے کے اعراب اور حوالوں پر نظر ثانی فرمائینگے ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۱ء

---

## آریہ سماج کے چار بنیادی مسائل

پر

## ایک احمدی کی نظر تنقید

# دیباچہ

---

"تناسخ" اور "قدامت روح و مادہ" اور "نیست سے ہست" اور "پیدائش عالم"
ہر چہار مسائل میں ایک گہرا تعلق ہے۔ گویا ایک مسئلہ کی بنیاد دوسرے مسئلہ پر قائم
ہے۔ لہٰذا ان ہر چہار مسئلوں کے متعلق ترتیب وار نہایت مختصر طور پر اجمالی رنگ میں
بحث کی گئی ہے۔ تاکہ ناظرین ان مسائل کو [illegible]

ان کے مطالب کو یاد رکھ سکیں اور اس طرح کسی آریہ یا دیگر ہندو صاحب سے
بوقت مناظرہ اور مباحثہ کار آمد ہو سکیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میں نے ان مسائل پر زیادہ
بسط اور تشریح کے ساتھ نہیں لکھا۔ اختصار اور اجمالی رنگ میں صرف
یہ دقت ہوا کرتی ہے۔ کہ ذرا دیر سے اور زیادہ غور سے مضمون
کچھ سمجھ میں آتا ہے۔ مگر میں نے حتی الوسع ان مسائل کو اختصار
اور اجمالی رنگ میں بھی سمجھانے اور اخذ کرنے کی کوشش کی
ہے۔ میرے خیال میں بسط اور تشریح میں یہ نقص ضرور ہوتا
ہے۔ کہ مجموعی طور پر اور یکجائی طور پر کسی مسئلہ پر غور
نہیں ہو سکتا۔ اور نہ نظر ڈالی جا سکتی ہے۔ اس لئے
میں ناظرین سے معافی مانگتا ہوں۔ اگر کسی موقعہ
پر یہ مسایل اختصار اور اجمالی رنگ میں ہونے
کی وجہ سے کسی صاحب کی سمجھ میں نہ آسکیں
مبلغین ان مضامین سے زیادہ فائدہ
اٹھا سکتے ہیں ۔ والسلام

خاکسار

غلام احمد خان پلیڈر۔
پاک پٹن

# آواگون یعنی تناسخ

(۱) تعریف تناسخ

گناہوں اور نیکیوں کے باعث بار بار جنم لینے اور مرنے کو اواگون یعنی تناسخ کہتے ہیں۔ اسے جونوں کا مسئلہ بھی کہتے ہیں (ہندوستان میں ہندو صاحبان اس مسئلہ کے قایل ہیں۔)

(۲) امور تنقیح طلب اور بار ثبوت۔

امر اوّل۔ آیا فی الواقع کوئی پونر جنم یعنی گذشتہ جنم تھا؟

امر دویم۔ آیا اس گذشتہ جنم میں کوئی اعمال نیک و بد کئے؟

امر سویم۔ اس دنیا میں تفرقہ و اختلاف و تفاوت مراتب کی وجہ بجز پہلے جنم کی برائی یا بھلائی کے اور کوئی نہیں؟ یعنی سابقہ اعمال ہی اس تفرقہ کا باعث ہیں۔

متذکرہ بالا امور تنقیح طلب کا بار ثبوت بذمہ قائلین تناسخ ہے۔ ہاں تردید بذمہ غیر قائلین تناسخ ہے۔ کیونکہ یہ اصول ثابت شدہ اور محکم ہے۔ کہ کسی دعوے کو ثابت کرنا مدعی کا فرض ہوتا ہے۔ بعدم ثبوت مدعی دعوے خارج ہو جایا کرتا ہے۔ خواہ اس کی تردید ہو یا نہ ہو۔

(۳) قائلین تناسخ کے دلایل اور انکی تردید۔

امر اوّل و دویم کے متعلق قائلین تناسخ کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ اور نہ کوئی دلیل ہے۔ اب کوئی تردید کرے۔ تو کیا کرے اور کس کی؟ ان دونوں امور کے متعلق جب کبھی دلائل اور ثبوت طلب کیا گیا۔ قائلین تناسخ فوراً امیر و غریب۔ سو جا کھا اندھا لنگڑا۔ لولا۔ کانا۔ بہرہ۔ گونگا وغیرہ پیش کر دیتے ہیں۔ اور الٹا سوال کرنے لگ جاتے ہیں۔ کہ یہ اختلاف اور تفرقہ اور تفاوت مراتب کیوں ہیں۔ اور خود بخود ہی نتیجہ نکال دیتے ہیں۔ کہ سابقہ جنم کے اعمال ہی تو اس تفرقہ اور اختلاف اور تفاوت مراتب

کا باعث ہیں - اور بس - لیکن ہر ایک دانا ادنے غور سے سمجھ سکتا ہے - کہ یہ کوئی دلیل نہیں جس کو وہ دلیل کہتے ہیں - وہ تو بجائے خود ایک دعوے ہے - اور دلیل اور ثبوت کا محتاج ہے - غرضیکہ قائلین تناسخ کے پاس امر اوّل و دوئم کا کوئی ثبوت نہیں - اور دونوں امور مسئلہ ہذا کون کی بنیاد ہیں - کہ جنکے گرنے سے اس مسئلہ کا بھی ستیاناس ہو جاتا ہے - کیونکہ نہ کوئی سابقہ جنم ثابت ہوتا ہے - اور نہ کوئی سابقہ اعمال - اور نہ روح کو سابقہ جنم اور سابقہ اعمال کا علم ہے - وما اوتیتم من العلم الا قلیلا - روح کا محدود العلم ہونا ہی اس کے حادث ہونے پر ایک زبردست اور قطعی دلیل ہے جب روح حادث ثابت ہو گئی - تو اس کا بار بار جنم لینا کس طرح ثابت ہو سکتا ہے - حادث ازلی نہیں ہو سکتا ؛

امر سویم کے ثبوت کا انحصار امور اوّل و دوم کے ثبوت پر تھا - جب کہ امور اوّل و دوئم ہی ثابت نہیں - تو تیسرا امر تنقیح طلب کس طرح ثابت ہو سکتا ہے - یعنی جس صورت میں نہ تو سابقہ جنم ہی ثابت ہے - اور نہ ہی سابقہ جنم کے اعمال نیک و بد - اس صورت میں تفرقہ و اختلاف و تفاوتِ مراتب کا باعث اور درجہ سابقہ جنم کے اعمال کس طرح ثابت ہو سکتے ہیں - لیکن عجیب بات ہے - کہ قائلین تناسخ امر اوّل و امر دوئم کے اثبات سے عاجز ہو کر تیسرے امر تحقیق طلب پر زور دیتے ہیں - اور اس امر کی کیفیت یہ ہے ؛

(۹) قائلین تناسخ کا خیال ہے - کہ تفاوتِ مراتب اور اختلاف اور تفرقہ پرمیشر کی مرضی سے نہیں ہے - اگر کہو کہ یہ اس کی مرضی سے ہے - تو کیا پرمیشر منصف اور عادل نہیں - جو بلا قصور ایک دوسرے میں فرق کرتا ہے - یعنی ایک امیر ہے - تو دوسرا غریب - ایک اندھا ہے تو دوسرا سوجاکھا - ایک گونگا ہے تو دوسرا گویائی والا - ایک لنگڑا اولولا ہے - تو دوسرا صحیح سالم ٹانگوں والا - ایک بادشاہ ہے تو دوسرا رعیت وغیرہ وغیرہ

اما الجواب - پرمیشر مالک و مختار و محسن و دیالو - کرپالو ہے - وہ اپنے مالکانہ

اختیارات کے رو سے اپنی عطا اور احسان یعنی دیا اور کرپا میں کمی بیشی کر سکتا ہے۔ جیسے کہ ایک سخی اور دولت مند شخص مختلف محتاجوں میں اپنی خیرات کم و بیش حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ایک محتاج کو ایک پیسہ دیتا ہے۔ اور دوسرے کو ایک روپیہ۔ اور تیسرے کو دس روپیہ۔ کسی محتاج کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ کہ اس سخی اور دولت مند شخص کا شکوہ اور شکایت کرے۔ اور اس سے مساوی حصوں میں خیرات کا مطالبہ کرے۔ انصاف اور عدل کا سوال ہی یہاں غیر متعلق ہے۔ کیونکہ مالک کے مقابل پر مملوک کے تمام حقوق ساقط ہو جاتے ہیں۔ پھر انسان میں کوئی ذاتی لیاقت اور ہنر نہیں۔ جس کی وجہ سے خدا تعالےٰ سے انصاف کا مطالبہ کرے۔ حقوق کا مطالبہ دوسرے فریق سے کیا جاتا ہے۔ جو کہ مدعا علیہ پر ہوتا ہے۔ اور ان دونوں فریقوں کے درمیان حقوق کا فیصلہ کرنے والا منصف اور عادل کہلاتا ہے۔ جیسے کہ عدالتوں میں مدعی اور مدعا علیہ ایک تیسرے شخص منصف اور عادل سے اپنے مابین حقوق کا فیصلہ کراتے ہیں۔ پرمیشر کو منصف اور عادل صرف اسی صورت میں کہہ سکتے ہیں۔ جب کہ وہ ایک مخلوق کے حقوق دوسری مخلوق سے دلواتا ہے۔ مثلاً انسان جانوروں سے کام لیتے ہیں۔ تو انسانوں پر حق واجب ہے۔ کہ وہ جانوروں کی حفاظت و خوراک وغیرہ کا انتظام کریں۔ اگر انسان نہیں کرتے۔ تو بیشک وہ پرمیشر کے ہاں جوابدہ ہیں۔ اور مستوجب سزا ہیں۔ یا مثلاً اگر ایک انسان دوسرے انسان کے حقوق دباتا ہے۔ تو اس صورت میں اللہ تعالےٰ ان کے درمیان عدل اور انصاف کرے گا۔ اور اس طرح وہ عادل اور منصف ہے۔ مگر وہ تو عادل اور منصف ہونے سے بڑھ کر مالک و محسن یعنی دیالو کرپالو بھی ہے۔ اور اپنے مالکانہ اختیارات کے رو سے اپنی عطا اور احسان یعنی دیا اور کرپا میں کمی بیشی کرتا ہے۔ اسی واسطے یہ تفرقہ اور اختلاف اور تفاوت مراتب ہے جس طرح مذکورہ بالا سخی اور دولت مند شخص کا کوئی محتاج شکوہ اور شکایت نہیں کر سکتا اسی طرح کوئی لنگڑا لولا۔ اندھا۔ کانا۔ گونگا۔ اور غریب اور اپاہج پرمیشر کی نسبت کوئی شکوہ اور شکایت نہیں کر سکتا۔ اور نہ کرتا ہے۔ اور نہ ہی پرمیشر سے بطور استحقاق اوروں کے ساتھ مساوی حقوق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ بھی ان کو پرمیشر نے

عطا کیا ہے۔ وہ محض اس کا احسان اور کرم ہے۔ کیا لنگڑے، اندھے۔ گونگے۔ غریب اپاہج وغیرہ پر بیشتر ہیں۔ کہ وہ اپنے مقابل پر بیشتر سے اپنے مساوی حقوق کا مطالبہ کریں ہرگز نہیں۔ وہ تو نیست تھے۔ ان کو پر بیشتر نے ہی ہستی بخشی۔ یفعل ما یرید فعال لما یرید لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ اگر مخلوق کا خالق پر خواہ نخواہ کوئی حق قرار دیا جاوے۔ تو اس سے تسلسل لازم آتا ہے۔ کیونکہ جس درجہ پر خالق کسی مخلوق کو بنائے گا۔ اسی درجہ پر وہ مخلوق کہہ سکتا ہے۔ کہ میرا حق اس سے زیادہ ہے۔ خدا تعالےٰ غیر متناہی مراتب پر بنا سکتا ہے۔ اسکی لا انتہا قدرت ہے صرف آدمی کے ہی بنانے پر فضیلت پیدائش ختم نہیں۔ اس طرح مخلوق کا سلسلہ سوالات متعلق مطالبہ مزید حقوق کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ یہی تسلسل ہے۔ جو کہ باطل ہے مخلوق کا سلسلہ سوالات متعلق مطالبہ مزید حقوق جبھی ختم ہو سکیگا۔ جب کہ مخلوق کو خالق یعنی پر میشر ہی بنا دیا جائے۔ جو کہ بالبداہت باطل ہے۔ مثلاً ایک گدھا خچر بننے کا مطالبہ کرے۔ اور خچر گھوڑا بننے کا مطالبہ کرے۔ اور گھوڑا آدمی بننے کا مطالبہ کرے۔ اور آدمی فرشتہ بننے کا مطالبہ کرے اور فرشتے خدا بننے کا مطالبہ کریں۔ یہ تسلسل کیسا لغو اور فضول اور باطل ہے۔ گدھے خچر گھوڑے آدمی کی ارواح اور اجسام معدود ہیں۔ وہ ایک دوسرے کا جامہ نہیں پہن سکتے۔ ہر ایک اپنے اپنے نوع میں مکمل ہے۔ اور خدا کی قدرت خالقیت کے مظہر ہیں۔

(ب) قائلین تناسخ کا خیال ہے۔ کہ تفرقہ ہی دلیل ہے اس امر کی کہ کوئی جنم تھا جس میں اعمال نیک و بد ہوئے۔ اس تفرقہ کی اور کوئی وجہ نہیں ؛

الجواب۔ یہ قائلین تناسخ کی اٹکل بازی اور ظن ہے نہ کہ یقین۔ اور بغیر کسی قوی اور یقینی وجہ کے ایک چیز کو کسی دوسری چیز کا سبب قرار دیتے ہیں۔ مندرجہ ذیل چند مثالوں سے قائلین تناسخ کی اٹکل بازی پر خوب روشنی پڑتی ہے ؛

(۱) کہتے ہیں۔ کہ چند اندھے راستے میں جا رہے تھے۔ اور اتفاقاً ان کو راستے میں ہاتھی کے ملنے کا موقعہ ملا۔ اور ہر ایک نے ہاتھی کی کیفیت معلوم کرنے اور محسوس کرنے کا شوق ظاہر کیا۔ صلاحیت نے ہاتھی ٹھیرایا۔ اور اندھے ہاتھی کو ہاتھوں سے ٹٹولنے لگے۔ ایک اندھے کا

ہاتھ ہاتھی کے سونڈ کو جا کر لگا۔ تو اس نے اس کو سانپ سے مشابہت دی۔ دوسرے نے ہاتھی کی ٹانگوں کو ٹٹولا۔ تو اسے ستون قرار دیا۔ تیسرے نے ہاتھی کے دھڑ کو ٹٹولا تو اسے دیوار سے مشابہ قرار دیا۔ چوتھے کے ہاتھ ہاتھی کے کانوں تک پہنچ گئے۔ تو اس نے ہاتھی کو بڑے پنکھوں کے مشابہ بنا دیا۔ پانچویں نے دم کو جا کر پکڑا۔ تو اسے رسّے کی مانند قرار دیا۔ کیا اندھوں نے ہاتھی کی کیفیت کو جو کچھ سمجھا۔ وہ حقیقت تھی۔ یا کہ اٹکل بازی اور ڈھکوسلے۔ پس تفرقہ کا باعث سابقہ جنم کے اعمال نیک و بد کو قرار دینے میں بھی اسی قسم کی اٹکل بازی ہے ؛

(۲) کہتے ہیں۔ کہ ایک بہرے کی کسی شخص سے دوستی تھی۔ بہرے کا دوست بیمار ہو گیا۔ اور بہرے کو اپنے دوست کی بیماری کا حال معلوم ہوا۔ تو اس نے اس کی عیادت کرنی چاہی مگر خیال کیا میں تو اسکی بات سن نہیں سن سکونگا۔ ہاں ایک طریقہ ہے۔ جس سے میں اس کی بیمار پرسی کر سکتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ میں اپنے دوست کے پاس پہنچ کر سوال کرونگا۔ کہ تمہارا کیا حال ہے۔ تو وہ جواب دیگا۔ اچھا ہے۔ تو میں الحمد للہ کہکر اللہ تعالےٰ کا شکریہ بجا لاؤنگا پھر میں اس سے خوراک کا سوال کرونگا۔ تو وہ بتائیگا۔ کہ میں فلاں کھانا کھایا کرتا ہوں اس پر میں اسے کہونگا۔ کہ بہت عمدہ کھانا ہے۔ اس کے بعد پھر میں سوال کرونگا۔ کہ تمہارا معالج کون ہے۔ تو وہ ضرور بتائیگا۔ کہ فلاں شخص میرا معالج ہے۔ تو میں کہونگا کہ بڑا پرانا اور لایق حکیم ہے۔ اس سے علاج کرانا۔ یہ بات دل میں ٹھان کر بہرہ اپنے بیمار دوست کی بیمار پرسی کیلئے چل پڑا۔ اور اس کے پاس جا پہنچا۔ اور جاتے ہی اس سے مخاطب ہوا ؛

(۱) بہرہ۔ آپ کا کیا حال ہے ؟

بیمار دوست۔ بہت بُرا حال ہے۔ درد سر سے مرا جاتا ہوں ؛

بہرہ۔ الحمد للہ شکر ہے ؛

(۲) بہرہ۔ آپ کیا کھانا کھایا کرتے ہیں ؟

بیمار دوست۔ خاک و خاکستر۔ اور کیا کھا سکتا ہوں ؛

بھرہ - بہت اعلیٰ خوراک ہے - اور لذیذ اور مقوی ہے ۔

س) بھرہ - آپ کا معالج کون ہے ؟

بیمار دوست - عزرائیل ۔

بھرہ - بہت پرانا اور لائق ڈاکٹر ہے - اسی سے علاج کرانا ۔

قائمین تناسخ کی مثال بعینہٖ اس بھرے کی مثال کی مانند ہے - جو کہ اٹکل بازی سے اپنے بیمار دوست کو بجائے تسلی شفی دینے کے ناراض کرتا رہا - اور اشتعال دلاتا رہا - یعنی تفرقہ کا باعث سابقہ جنم کے اعمال نیک و بد کے قرار دینے میں بھی بھرے جیسی اٹکل بازی سے وہ کام لیتے ہیں ۔

(۳) بھر مثلاً ایک باغ ہیں آموں کے بیشمار درخت ہوں - اور مختلف قسم کے ہوں - کھٹے بھی ہوں - اور میٹھے بھی - ان مختلف قسموں میں سے ایک قسم ایسی بھی ہو - جو کسی شخص کے علم میں کھٹے آم ہوں - وہ شخص آم کی صرف اسی قسم کو دیکھکر نہ کہ چکھ کر یہ کہدیوے - کہ سارے کا سارا آموں کا باغ کھٹے آموں کا ہے - اور اس میں میٹھے آم نہیں - تو یہ اس کی ڈھکوسلا بازی اور اٹکل بازی ہے - پس تفرقہ کا باعث سابقہ جنم کے اعمال نیک اور بد کو قرار دینے میں بھی اسی قسم کی اٹکل بازی ہے ۔

(۴) یا مثلاً ایک باغ ہو - جس میں گیندے چنبیلی اور گلاب کے پودے ہوں - اور وہ باغ ہمیشہ خوشبو سے مہکا رہتا ہو - مگر ایک دن کوئی سڑا ہوا مردار اس کے ایک کونہ میں پڑا ہو اور وہ نظر نہ آتا ہو - اب کوئی اجنبی شخص اس باغ کی خوشبو کی شہرت سن کر اس باغ کی سیر کے واسطے آوے - اور اتفاقاً اس کا گذر اس سڑی ہوئی لاش کے پاس سے ہو - مگر وہ اس کو دیکھ نہ سکے تب اس کی ناقابل برداشت بدبو سے متاثر ہو کر وہ شخص یہ رائے لگاوے - کہ یہ باغ تو بدبودار ہے اٹکل کرتا ہے - نہ کہ خوشبودار - اور پھر اس باغ کا کبھی نام تک نہ لیوے - پس تفرقہ کا باعث سابقہ جنم کے اعمال نیک و بد کو قرار دینے میں بھی اسی قسم کی اٹکل بازی ڈھکوسلا بازی ہے ۔

(۵) پھر مثلاً کسی شخص کا گرفتار کیا جانا اور بعد میں بلا پیش کئے ہوئے

اس شخص پر لگائے۔ اس کا گواہ مجسٹریٹ کے روبرو پیش نہ کرے۔ اور اب استغاثہ کی طرف سے مجسٹریٹ کے روبرو یہ بحث ہو۔ کہ چونکہ اس شخص کے ہاتھوں میں ہتکڑی لگی ہوئی ہے۔ اور پولیس نے اس کو گرفتار کیا ہے۔ تو ضرور ہے۔ اس نے کوئی نہ کوئی جرم کیا ہو۔ اس واسطے اس کو ضرور سزا دینی چاہیئے۔ بعینہٖ ایسی مثال ان اشخاص کی ہے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ تفرقہ کا باعث سابقہ جنم کے اعمال نیک و بد ہی ہیں۔ ہتکڑیوں کی طرح تفرقہ جو نظر آتا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ لا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا (سورہ بنی اسرائیل۔ رکوع ۲)

(۲) قالوا ما ھی الا حیوتنا الدنیا نموت ونحیا وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذالک من علم انھم الا یظنون۔ (سورہ حاشیہ رکوع ۱۸)

(۳) ان یتبعون الا الظن والظن لا یغنی من الحق شیئاً۔

(ج) پھر قائلین تناسخ کا خیال ہے۔ کہ سابقہ اعمال ہی اس تفرقہ کا باعث ہیں۔ گو ہم ان کو دیکھ نہ سکیں۔ مگر ایک شخص نے ہماری غیر موجودگی میں شراب پی ہو۔ تو جب وہ ہمارے پاس آتا ہے۔ تو ہم جان لیتے ہیں۔ کہ شراب پی کر آیا ہے۔ اسی طرح تفرقہ کے جاننے سے ہمیں پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ سابقہ اعمال کا ہی نتیجہ ہے۔ (یہ دلیل پنڈت لیکھرام نے پیش کی تھی)

اما الجواب۔ شراب کی بو ایک خاص قسم کی ہوتی ہے۔ جس سے ہمیں فوراً پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ فلاں شخص سے شراب کی بو آرہی ہے۔ خواہ اس نے ہمارے روبرو شراب نہ پی ہو۔ کیونکہ قوت شامہ اس جگہ کام کرتی ہے۔ اگرچہ قوت باصرہ یا لامسہ یا سامعہ کام نہ کرتی ہو۔ . . . . . مگر تفرقہ سے سابقہ اعمال اور سابقہ جنم کا پتہ کس قوت اور حس سے معلوم اور محسوس ہوتا ہے۔ اس کے لئے تو قوت حافظہ ہی تھی۔ مگر قوت حافظہ ہماری ہوش سے پہلے کام کرتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ ورنہ قائلین تناسخ کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی اپنی یادداشت کی بنا پر اپنے سابقہ جنم کا حال مفصل بیان کریں۔ اور اپنے اعمال نیک و بد کی فہرست بھی شائع کریں۔ جن کے عوض میں ان کو موجودہ

جونی بھگتنی پڑتی ہے ؛

(۱) ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ۔

(۲) قل ان عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون

# تردید تناسخ

یہاں تک ہم نے اواگون کی تعریف بیان کر کے امور تحقیق طلب وضع کئے تھے۔ اور ان کا بار ثبوت قائلین اواگون کے ذمہ لگایا گیا تھا۔ اور قائلین اواگون کے دلائل اور ثبوت پر جرح قدح کی تھی۔ مگر اب ہم تناسخ کی تردید دیگر طریقوں سے کرتے ہیں ؛

اوّل۔ تناسخ کی بنیاد ہی غلط ہے ؛

ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۹۰۵ء آٹھواں سمولاس صفحہ ۲۶۳ سے پایا جاتا ہے۔ کہ روح عورت کے پیٹ میں اس طرح آتی ہے۔ کہ شیئم کے ساتھ کسی ساگ پات پر پڑتی ہے اور اس ساگ پات کے کھانے سے روح بھی ساتھ ہی کھائی جاتی ہے ؛

تردید۔ یہ ثابت شدہ امر ہے۔ کہ بچہ کو روحانی قوتیں اور روحانی اخلاق مرد اور عورت دونوں سے ملتے ہیں۔ نہ کہ صرف ایک سے۔ پس دونوں کے لئے ضروری ہوا کہ وہ ساگ پات کھائیں جس میں روح ہو لیکن یہ امر بداہتہً تعلیم روح کے لئے لازمی ہے۔ تقسیم روح باطل ہے۔ پس تناسخ باطل ہوا۔ کیونکہ بناء فاسد علی الفاسد ؛

دوم۔ تناسخ از پیش کے طور پر غلط ہے ؛

جس طرح ہر قسم کی روحیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان تمام صورتوں میں ممکن ہی نہیں کہ شیئم کے ساتھ وہ روحیں پیدا ہوتی ہوں مثلاً (۱) مصریں جوں پڑ جاتا۔ (۲) گیہوں کے کھیتوں میں سسری پڑ جاتا۔ (۳) پیٹھ میں کدو دانے پیدا ہونا۔ (۴) داغ میں کیڑے پڑ جانا۔ (۵) پانی میں ہزارہا کیڑوں کا ہونا۔ (۶) پشمینہ میں ایک قسم کا کیڑا لگ جاتا ہے

(۷) پھلوں میں کیڑا پیدا ہونا۔ مثلاً گولر کا درخت ؛

یہ تمام کیڑے کس شبہم سے پیدا ہوتے ہیں۔ فتدبروا۔

سویم۔ تناسخ علم طبعی کے تجربہ کے ذریعہ سے نہایت فضول لچر اور باطل ثابت ہوتا ہے

خدا تعالےٰ کا روحوں کی پیدائش میں ایک ہی نظام نظر آتا ہے۔ جو کبھی اس میں پیش نہیں ہوتا۔ مثلاً (۱) برسات میں ہزارہا کیڑے پیدا ہوتے ہیں۔ (۲) گرمیوں میں مکھیاں بکثرت پیدا ہوتی ہیں۔

کیا الٰہی نظام ایام میں ہمیشہ دنیا میں پاپ زیادہ ہوتے ہیں۔ اور سخت گناہوں کی وجہ سے انسانوں کو کیڑے مکوڑے اور مکھیوں کی جونوں میں ڈالا جاتا ہے ؛

چہارم۔ تناسخ کا مسئلہ پرمیشر کی قدرت میں رخنہ انداز ہے اور تناسخ کا مسئلہ پرمیشر کو اپنے مختارانہ کاموں اور ارادی قدرتوں اور اختیاری تصرفات اور ذاتی طاقتوں اور ذاتی قوتوں سے ازل سے ابد تک معطل اور عاجز اور لاچار اور بیکار ٹھیراتا ہے۔

یہ اس طرح کہ تناسخ کا مسئلہ اس بنا پر کھڑا ہے۔ کہ یہ ترتیب عالم جو بالفعل موجود ہے پرمیشر کے ارادے اور قدرت سے نہیں۔ اور نہ اس کی حکمت اور مصلحت سے ہے۔ بلکہ گنہگاروں کے گناہ نے یہ مختلف صورتوں کی چیزیں پیدا کر دی ہیں۔ جس میں پرمیشر کا ذرہ دخل نہیں وہ مثلاً

(۱) کوئی گناہ کرے۔ تو وہ گائے کی شکل میں آوے۔ تب انسان دودھ پیئے ؛

(۲) کوئی گناہ کرے تو وہ گھوڑے کی شکل میں آئے۔ تب انسان سواری کریں ؛

(۳) کوئی گناہ کرے۔ تو وہ اونٹ خچر گدھے کی شکل میں آئے تب انسان بار برداری کا کام کریں ؛

(۴) کوئی گناہ کرے۔ تو وہ سبزی اور پھل اور اناج کی شکل میں آئے۔ تو ہم خوراک کھاویں۔

اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ تناسخ قانون قدرت کے خلاف ہے۔ اور گناہ اور پاپ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور عرفان الٰہی یا گیان پرمیشر سے بے نصیب ٹھیراتا ہے ؛

پنجم - تناسخ سے پرمیشر پر ایسے الزامات ذیل تسلیم کرنے پڑتے ہیں سخت دل ظالم - کینہ ور - بے وفا - خود غرض - بخیل - جو کہ عرفان الٰہی کے خلاف ہیں -

یہ اس طرح کہ بقول آریہ صاحبان پرمیشر گناہ بخش ہی نہیں سکتا - خواہ پرمیشر کا کوئی کتنا ہی پیارا عاشق فدائی کیوں نہ ہووے - مثلاً (۱) چاروں رشی جن پر وید نازل ہوئے - (۲) راجہ رام چندر جی - (۳) کرشن مہاراج کو بھی (نعوذ باللہ) رذیل سے رذیل جون میں ڈالنا پڑتا ہے ؛

ششم - مسئلہ تناسخ توحید کے منافی ہے - اور شرک کا باعث -

اور وہ اس طرح کہ اس کے قائلین پر لازم ہے - کہ وہ یہ اعتقاد رکھیں - کہ جس طرح پرمیشر غیر مخلوق ہے - ارواح اور مادہ - زمانہ - پرمانو - وغیرہ بھی غیر مخلوق ہیں - گویا یہ سب اپنے آپ ہونے اور ازل سے ہونے میں خدا کے شریک ٹھہرے - جس سے شرک لازم آیا - اور توحید جاتی رہی - ان سے تو وحدت جودی ہی اچھے ہوئے کیونکہ وہ اصل واحد کے معتقد ہو کر توحید کے مدعی ہیں ؛

ہفتم - تناسخ کے اعتقاد پر ضرور ہے - کہ کسی شخص کو پرمیشر سے محبت نہ ہے ؛

اور وہ اس طرح کہ جس جرم کی نسبت مجرم کا اعتقاد ہو جاوے - کہ میرا فعل خلاف ورزی قانون اور ارتکاب جرم کے ہے یہ حاکم مجھے معاف ہی نہیں کر سکتا - اور نہ ہی بری کر سکتا ہے - وہ حاکم مجرم کی نظروں میں ہرگز پیارا نہیں رہ سکتا - ان میں کی نسبت ایسا ہو - کہ وہ یہ حاکم درگذر کر جاوے - اور معاف کر دیوے - تو آخر کار کسی نہ کسی البتہ وہاں محبت ممکن ہے ؛

ہشتم - تناسخ سے نجات ابدی ہرگز نہیں مل سکتی ؛

اور وہ اس طرح کہ ارواح محدود ہیں - ان کو تناسخ کے چکر میں ڈالے - یا نجات دیوے - اگر نجات دیوے تو تناسخ آخر کار باطل ہوگا ؛

نہم - تناسخ سے دعا یا پرارتھنا کرنا فضول اور لغو ٹھیرتی ہے ؛

اور یہ اس طرح کہ پرمیشر مجبور ہے۔ کہ اعمال کے مطابق عملدرآمد کرے۔ گناہ کی معافی اور توبہ کی منظوری کر ہی نہیں سکتا۔ اگر کرے تو بالآخر تناسخ باطل ہو جاوے۔ اور اس کا موہومہ عدل و انصاف قایم نہیں رہ سکتا۔

فائدہ ۔ ایسے پرمیشر کا ماننا اور نہ ماننا برابر ہے۔ بلکہ نہ ماننا یعنی دہریہ بننا اچھا ہے کہ انسان خواہ مخواہ اپنا وقت دعاؤں اور پراتھناؤں اور اس کی محبت میں تو نہ ضایع کریگا

دہم ۔ تناسخ پاکیزگی کے لحاظ سے گندہ مسئلہ ہے۔

اور وہ اس طرح کہ ہندوؤں میں بواہ یعنی شادی دوسرے جنم تک بلکہ ہمیشہ تک رہتی ہے۔ مگر جب کوئی لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ تو اس کے ساتھ کوئی فہرست ماں کے پیٹ سے نہیں نکلتی۔ جس سے معلوم ہو جاوے۔ کہ یہ لڑکی پچھلے جنموں میں فلاں فلاں مرد کی بی تھی۔ اور فلاں فلاں کی نانی یا دادی۔ اور فلاں فلاں کا ہمشیرہ تاکہ وہ اس مرد سے بواہ نہ کروائے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ جس مسئلہ کی بنیاد ہی غلط ہے۔ اور جس مسئلہ کی تردید شاہدہ اور علم طبعی اور قانون قدرت کرتے ہیں۔ اور جس مسئلہ سے خود پرمیشر پر الزامات قایم ہوتے ہیں۔ اور جس مسئلہ سے عرفان الٰہی یعنی گیان حاصل نہ ہو۔ بلکہ خدا کے ارادوں اور قدرتوں میں رخنہ انداز ہو۔ اور جو مسئلہ توحید کے خلاف اور شرک کی باعث ہو۔ اور دعائیں اکارت جائیں۔ اور جس مسئلہ سے گندگی پھیلتی ہو۔ اور گناہوں کے لئے متحرک ہو۔ اس کے ماننے سے کیا فائدہ بلکہ سراسر خسران و تباہی ہے۔ ذالک ھو الخسران المبین

---

# تفرقہ یا تفاوت مراتب میں حکمتیں اور خوبیاں

---

مسئلہ اواگون کی تعریف کے بعد امور تحقیق طلب اور ان کے بارہ ثبوت اور برہان کے متعلق ثبوت اور دلایل پر بحث ہو چکی۔ علاوہ ازیں مختلف طریقوں سے بھی

اس مسئلہ سے دلچسپیاں اڑا دی گئیں۔ پھر بھی طبعاً ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ قائلین تناسخ اگر اس تفرقہ کے اسباب اور وجوہات بیان کرنے سے قاصر ہیں اور اپنی کم علمی اور کوتہ فہمی سے سابقہ اعمال کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ تسلیم کیا کہ یہ ان کی اٹکل بازی اور ڈھکوسلہ ہی سہی۔ تو اب مخالف تناسخ ہی اس تفاوت مراتب کی خوبیاں اور حکمتیں بیان کرے۔ سو اوّل تو قائلین تناسخ کی اپنی مقدس کتاب سے اس کی خوبیاں اور حکمتیں بیان کی جاتی ہیں ؎

ملاحظہ ہو۔ یجروید ادھیائے ۱۲ منتر ۲۹

اے انسانوں! تم اسی پرماتما کی دل و جان سے حمد و ثنا کرو جس نے کہ تمہاری رکھشا کرنے والے بزرگوں کو پیدا کیا۔ تمہاری ماتا کو پیدا کیا جس نے مختلف قسم کے موسم بنائے ہیں۔ اور ہر ایک موسم میں مختلف خوبیاں رکھی ہیں۔ تم اسی پرماتما کی دس پرانوں اور گیارھویں آتما کے ذریعے اوپاسنا کرو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

مذکورہ بالا منتر سے حسب ذیل فوائد نکلتے ہیں:۔

(۱) پرماتما خالق ہے۔ نہ صرف ہمارے بلکہ ہمارے بزرگوں اور ہماری ماؤں کا بھی

(۲) مختلف موسموں کا بنانے والا بھی وہی ہے ؎

(۳) موسموں کے اس اختلاف میں بھی خوبیاں ہیں ؎

(۴) اور وہ خوبیاں بھی مختلف ہیں ؎

اس سے ثابت ہوا۔ کہ اختلاف میں خوبیاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح ہم میں اور ہمارے بزرگوں اور ہماری ماؤں میں اگر اختلاف ہے۔ تو اس میں بھی خوبیاں ہی ہیں۔ نہ کہ وہ سابقہ جنم کے اعمال نیک و بد کے باعث ہیں۔ گو وید میں وہ خوبیاں بیان نہ ہوں۔ ہمیں اس سے غرض نہیں۔ اب ہم قرآن کریم کے رو سے تفاوت مراتب میں حکمتیں اور خوبیاں بیان کرتے ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ تا مہمات دنیا یعنی امور معاشرت بہ احسن وجہ صورت پذیر ہوں

وقالوا لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم اهم يقسمون رحمت ربك نحن قسمنا بينهم معيشتهم في الحيوة الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجت ليتخذ بعضا سخريا ورحمت ربك خير مما يجمعون - الجزو ۲۵ - یعنی ہم نے اس لئے بعض کو دولتمند اور بعض کو درویش اور بعض کو لطیف طبع اور بعض کو کثیف طبع بعض طبیعتوں کو کسی پیشہ کی طرف مائل اور بعض کو کسی پیشہ کی طرف مائل رکھا ہے - تاکہ ان کو یہ آسانی پیدا ہو جاوے - کہ بعض بعض کے کاربردار اور خادم ہوں - اور صرف ایک پر بار نہ پڑے - کیونکہ انسان مدنی الطبع ہے - بجز ایک دوسرے کی مدد کے کوئی امر اس کا انجام پذیر نہیں ہو سکتا - مثلاً (۱) ایک روئی کے واسطے بیشمار پیشہ ور اور تمدن اور تعاون درکار ہے - (۲) ایک کپڑے کے واسطے بیشمار پیشہ ور اور تمدن اور تعاون درکار ہے - دوئم - کہ تا نیک اور پاک لوگوں کی خوبی ظاہر ہو - کیونکہ ہر ایک خوبی کی مقابلہ سے معلوم ہوتی ہے - جیسے فرمایا :-

انا جعلنا ما على الارض زينة لها لنبلوهم ايهم احسن عملا الجزو ۱۵

یعنی ہم نے ہر ایک چیز کو جو زمین پر ہے - زمین کی زینت بنا دیا ہے - تا جو لوگ صالح آدمی ہیں - بمقابلہ بُرے آدمیوں کے ان کی صلاحیت آشکارا ہو جاوے - کیونکہ ضد کی حقیقت ضد ہی سے شناخت کی جاتی ہے جیسے دن کی رات ہے ۔

سوئم - انواع اقسام کی قدرتوں کا ظاہر کرنا - اور اپنی عظمت کی طرف توجہ دلانا ہے - جیسا کہ فرمایا :-

(۱) مالكم لا ترجون لله وقارا وقد خلقكم اطوارا (الجزو ۲۹)

یعنی تم کو کیا ہو گیا - کہ تم خدا کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے - حالانکہ اس نے اپنی عظمت ظاہر کرنے کے لئے تم کو مختلف صورتوں اور سیرتوں پر پیدا کیا - یعنی اختلافِ استعدادات و طبایع اسی غرض سے حکیم مطلق نے کیا ہے تا کہ اس کی عظمت و قدرت شناخت کی جائے ۔

(۲) واللہ خلق کل دابۃ من ماء فمنھم من یمشی علی بطنہ و منھم من یمشی علی رجلین و منھم من یمشی علی اربع یخلق اللہ ما یشاء۔ ان اللہ علی کل شئ قدیر (الجزو ۱۸)

یعنی خدا نے ہر ایک جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ سو بعض جاندار پیٹ پر چلتے ہیں۔ اور بعض دو پاؤں پر بعض چار پاؤں پر۔ خدا جو چاہتا ہے۔ پیدا کرتا ہے۔ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ کہ خدا نے مختلف چیزیں اس لئے بنائیں۔ تاکہ اس کی مختلف قدرتیں ظاہر ہوں۔

پس جب کہ تفرقہ اور اختلاف اور تفاوت مراتب میں خوبیاں اور حکمتیں عیاں ہیں۔ جن سے کسی کو انکار کرنے کی گنجائش نہیں۔ تو بلا وجہ قوی محض اٹکل بازی اور ڈھکوسلے سے ان کو سابقہ جنم کے اعمال نیک و بد کا باعث قرار دینا کہاں کی دانائی اور عقلمندی ہے۔ اس کے بعد دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان سطور میں برکت ڈالے۔ اور لوگوں کو مسئلہ اوا گون کے "اوا گون" ہونے کی سمجھ عطا فرماوے اور صراط مستقیم کی ہدایت فرماوے۔

آمین یا رب العلمین ؂

# قدامت اور انادیت

## ارواح اور مادہ میں قباحتیں

### تعریف قدامت اور بعض دیگر مسائل کا اس سے تعلق

قائلین تناسخ کو یہ اعتقاد رکھنا پڑتا ہے۔ کہ پرمیشر کی طرح ارواح اور مادہ بھی قدیم سے ہیں۔ اور ازلی ہیں۔ اور یہ کہ ارواح اور مادہ مخلوق اور حادث نہیں۔ اور اس اعتقاد کی بنا یہ ہے۔ کہ ثبوت سے ہست نہیں ہو سکتا۔ لہذا پرمیشر ارواح اور مادہ کو نیست سے ہستی میں نہیں لا سکتا تھا۔ لامحالہ ان کو بغیر تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ کہ ارواح اور مادہ بھی پرمیشر کی طرح ہمیشہ سے انادی اور قدیم اور ازلی۔ اور غیر مخلوق اور غیر حادث ہیں۔

سچ ہے۔ ماقدروا اللہ حق قدرہ (الخ) یعنی انہوں نے اللہ تعالےٰ کی قدرت کا اندازہ اس کی قدرت کے مناسب حال نہیں کیا۔ بلکہ انسانوں کی قدر کے موافق سمجھ بیٹھے ہیں۔ پس ہم قدامت میں قباحتیں بیان کرتے ہیں۔ اور نیست سے ہست ہونا یا ارواح اور مادہ کا مخلوق ہونا آئندہ الگ بیان کرینگے۔

**اوّل** ۔ قدامت ارواح اور مادہ کے تسلیم کرنے سے یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا انسان اشیاء میں موجود قوتوں اور گنوں اور خاصیتوں سے کام لے کر عجیب وغریب ایجادیں بنا لیتا ہے۔ (مثلاً ریل۔ تار۔ فوٹو گراف یا پریس وغیرہ وغیرہ)

انسان مذکورہ بالا اشیاء کی قوتوں۔ گنوں۔ خاصیتوں کا موجد ہرگز نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ بنی بنائی اس کے ہاتھ لگ جاتی ہیں۔ جن کے توڑنے جوڑنے سے ایک نئی ایجاد کر لیتا ہے۔

پرمیشر۔ اگر ارواح اور مادہ کی قوتوں۔ گنوں۔ خاصیتوں کا خالق نہیں۔ بلکہ قدامت کے اصول کے رو سے خود بخود ہیں۔ تو پرمیشر بھی انسانوں کی طرح موجد ٹھہرا۔

تو بہ حیثیت موجد ہونے کے انسان اور پرمیشر شریک ہوئے۔ اگرچہ انسانی ایجاد اور پرمیشر کی ایجاد میں کمی و بیشی کا فرق ہے۔ پس پرمیشر کی توحید جاتی رہی ؛

(نوٹ) حالانکہ انسان و خدا میں بہ حیثیت خالق ہونے کے یہ فرق ہے۔ کہ خدا اپنی قدرت سے قوتوں اور گنوں اور خاصیتوں کا خالق ہے۔ اور انسان ہرگز نہیں۔ مثلاً روح میں قوتِ عشق اور محبت خدا کی پیدا کردہ ہے۔ نہ کہ خود بخود۔ اور بھاپ کی قوت اور طاقت اور زور کا خالق خدا ہے۔ نہ کہ خود بخود ؛

(۲) کہ شہد کی مکھی اور پرمیشر میں کوئی فرق نہیں ؛

نحل۔ توڑ جوڑ کر کے یعنی مختلف پھولوں کا رس لے کر ایک نئی ایجاد کر لیتی ہے۔ جس کا نام شہد ہے۔ اور کوئی انسان شہد بنانے پر قادر نہیں ؛

پرمیشر کا توڑنا جوڑنا جب کہ قوتیں۔ خاصیتیں اور گن خود بخود پہلے ہی موجود تھیں۔ نحل یعنی شہد کی مکھی کے برابر ہی ہوا ؛

(۳) کہ ارواح اور مادہ کو صرف جوڑنے جاڑنے میں پرمیشر کو ایک دس برس کے بچے سے کوئی برتری نہیں رہتی۔ مثلاً

ستیارتھ چشمہ آریہ ص ۱۵۰ و ص ۱۵۱

گھی اور سماگہ اور شہد میں یہ خاصیت ہے۔ کہ اگر کسی کشتہ زر یا نقرہ یا کسی اور دھات ..... جو کہ بالکل خاکستر اور خاک ہو گیا ہو۔ کو ان مذکورہ بالا تینوں اشیا کی آمیزش میں رکھ کر بھوتہ میں آگ دی جاوے۔ تو وہ کشتہ زندہ ہو جاتا ہے۔ دھات اپنی اصلی صورت و شکل قبول کر لیتی ہے۔ پس ان چیزوں میں یہ ایسی خاصیت ہے۔ کہ خواہ ان کو پرمیشر ملاوے یا دس سال کا بچہ دونوں کے ملانے کے ہر ایک فعل سے نتیجہ ایک ہی اور یکساں ہوگا۔ پس اگر ارواح اور مادہ کی قوتیں۔ خاصیتیں۔ اور گن خود ہیں۔ تو پرمیشر کو نہ تو انسان سے برتری ہے۔ اور نہ ہی شہد کی مکھی سے۔ یہ سب خدا کے شریک ٹھیرے توحید کا خاتمہ شد ؛

(۴) کہ پرمیشر کی حیثیت صرف۔ نجار۔ معمار۔ اور دیگر صناعوں کی سی ہے

نجار۔ معمار۔ اور دیگر صناع بھی مادہ کی وجودہ قوتوں اور خاصیتوں اور گنوں کا استعمال کر کے ایک چیز نئی بنا دیتے ہیں ؛

حاصل مطلب۔ صرف جوڑنے سے پریشر کی پریشری ثابت نہیں ہو سکتی

دوئیم۔ قدامت مذکور سے پریشر ارواح اور مادہ کا محتاج ٹھیرتا ہے۔

(۱) اگر نعوذ باللہ روح اور مادہ میں کوئی قوت یا خاصیت یا گن نہ ہوتا۔ تو پریشر بیچارہ عاجز تھا۔ کہ توڑ جوڑ بھی کر سکے۔ کیونکہ اس میں کسی چیز کو پیدا کرنے کی تو اس چیز میں قوت پیدا کرنے کی قدرت نہیں ؛

(۲) اگر روح اور مادہ نہ ہوتے تو پریشری کس طرح چلتی ؛

(نوٹ) اللہ الصمد۔ الغنی کی شان کے خلاف ہے۔ کہ وہ روح اور مادہ کا محتاج ہووے ؛

سوئیم۔ قدامت مذکور سے پریشر کا علم ناقص ٹھیرتا ہے

(۱) اگر پریشر کو اس بات کا کامل علم ہے۔ کہ روح کیا چیز ہے۔ اور اس کی خواص اور قوتیں کیا ہیں۔ اور علی ہذا القیاس مادہ کا علم ہے۔ تو پھر ان کے بنانے پر وہ کیوں قادر نہیں۔ سرب شکتیمان تو پھر وہ زبانی ہی ہوا۔ اس کے عمل سے کبھی ظاہر نہیں ہوا ؛

(۲) اگر پریشر روح اور مادہ کا محصر اور محدد نہیں۔ اور نہ وہ اس کے بنائے ہوئے ہیں تو پریشر کا علم ان کی نسبت ایسا کیونکر کامل ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ بنانے والے کا علم۔ کیونکہ جو لوگ اپنے ہاتھ سے کوئی صنعت بناتے ہیں۔ اس صنعت کی دقیق در دقیق کیفیتوں پر جیسے وہ لوگ واقف ہوتے ہیں۔ دوسرے لوگ ایسی اطلاع ہرگز نہیں رکھتے۔ اگر رکھتے تو وہ بھی بنا لیتے۔ مثلاً

(۱) روٹی پکتی ہوئی ہم روز دیکھتے ہیں۔ مگر جب روٹی پکانے کی خود کوشش کرینگے تو روٹی کو بگاڑ دینگے۔ کچی رکھیں گے۔ یا جلا دینگے۔ روٹی میں ٹکیا پڑ جائیگی۔ اور گول ہرگز نہ بنانی آئیگی ؛

(۲) تجربہ کار ڈاکٹر کیسے کیسے نازک عمل جراحی کر لیتے ہیں۔ لیکن خدام شفاخانہ باوجود ہر روز اس قسم کے عمل جراحی دیکھنے کے خود اس قسم کا عمل جراحی نہیں کر سکتے تو یا روٹی پکانے والے اور نہ پکانے والے ہیں۔ اور نیز ایک تجربہ کار ڈاکٹر اور اس کے خدام شفاخانہ میں صرف علم کا فرق ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر اور باورچی کو کثرت تجربہ اور عملی مزاولت سے ایک قسم کا علم حاصل ہو گیا ہوتا ہے۔ جو کہ دیگروں کو حاصل نہیں ہوتا۔ پس قائلین قدامت کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ پرمیشر کو ارواح اور مادہ کی اندرونی حقیقت اور کنہ بھی معلوم نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک وہ خالق نہیں۔ (سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۳۹) اور اگر پرمیشر روحوں اور ذرات عالم کا خالق ہوتا۔ تو اس کا علم موجودہ حالت سے بہت زیادہ ہوتا کیونکہ بنانے والے اور نہ بنانے والا حقیقت شناسی میں برابر نہیں ہو سکتے ؛

ایک اعتراض۔ جب خود مان لیا جاوے۔ کہ پرمیشر نے نہ روحوں کو پیدا کیا۔ اور نہ ذرات اجسام کو پیدا کیا۔ اور نہ ہی ان کی قوتوں۔ خاصیتوں (گنوں) کو پیدا کیا۔ تو تو اس پر کیا دلیل ہے۔ کہ ایسے پرمیشر کو ان سب کا علم کلی ہے۔ (صرف عقیدہ رکھنا کافی نہیں) اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ پرمیشر تو عالم الشہادت بھی نہیں۔ چہ جائیکہ عالم الغیب ہو ؛

چہارم مقدمات مذکورہ سے پرمیشر۔ القادر۔ قوی۔ عزیز القہار۔ احکم الحاکمین اور رب العالمین نہیں ٹھہر سکتا ؛

(۱) اگر پرمیشر القادر ۔ ۔ ۔ ۔ رب العالمین ٹھہر سکتا ہے۔ تو ارواح اور مادہ کو بغیر رعایت اسباب کے کیوں پیدا نہیں کر سکتا۔ اس بے اثت کو اپنی قدرتوں میں محدود کیوں کیا جاتا ہے ؛

(۲) پرمیشر جب کہ خالق نہیں تو احکم الحاکمین اور رب العالمین کیسے ہو گیا ؟

(۳) نیست سے ہست کرنا یعنی ارواح اور مادہ کو پیدا کرنا ایک کمال اور خوبی ہے۔ نہ کہ نقص یا کمزوری یا عیب جیسے کہ جھوٹ بولنا یا زنا کرنا۔ لہذا اگر پرمیشر نیست سے ہست نہیں کر سکتا۔ یعنی ارواح اور مادہ کو نیست سے پیدا نہیں کر سکتا۔ تو تسلیم کرنا

پڑے گا۔ کہ اس میں یہ کمال اور خوبی نہیں ہے۔ اور نہ اس میں طاقت ہے۔ اور نہ وہ قادر ہے۔ اس طرح پر بیشر کی ضد یا کمال درجے کی ہوتی ہے ؛

پنجم۔ قدامت مذکورہ سے خدا کی توحید باقی نہیں رہتی ؛

قائلین قدامت ذرہ ذرہ کو خدا تعالےٰ کی ازلیت کی صفت میں شریک قرار دیتے ہیں۔ جس طرح خدا تعالےٰ اپنے وجود اور ہستی میں کسی خالق کا محتاج نہیں۔ اسی طرح ان کے نزدیک جیو یعنی روح اور پرمانو یعنی ذرات اجسام بھی اپنے وجود اور ہستی میں کسی خالق کی طرف محتاج نہیں۔ بلکہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ قدیم اور انادی ہیں۔ اور اپنے اپنے وجود کے آپ ہی خدا ہیں۔ اس طرح خدا کی توحید تو مٹ گئی۔ مگر ساتھ ہی اس کی عظمت بھی خاک میں مل گئی ؛ نسیم دعوت ص۱۹

ششم۔ قدامت مذکورہ سے خدا کی شناخت پر کوئی دلیل قایم نہیں ہو سکتی

(۱) صانع اپنی مصنوعات سے ہی شناخت ہوا کرتا ہے۔ جس صورت میں روحوں اور مادہ کی تمام قوتیں۔ خاصیتیں۔ اور گن خود بخود ہیں۔ اور قدیم سے ہیں تو عقل انسانی نے کیونکر سمجھ لیا۔ کہ پریشر موجود ہے ؟

(۲) اگر کہا جاوے۔ کہ پریشر جوڑنے جاڑنے کا کام کرتا ہے۔ تو یہ کام تو نجار اور دیگر صناع بھی کرتے ہیں۔ تو وہ بھی پریشر ہی ہوئے ؛

ہفتم۔ قدرت مذکورہ سے پریشر کو محدود ماننا پڑتا ہے ؛

قدرت کے رو سے ارواح اور اجسام اپنا اپنا وجود بوجہ انادی ہونیکے مستقل رکھتے ہیں۔ ان میں پریشر دخل نہیں سکتا۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ ان مستقل وجودوں کے علاوہ پریشر ہے۔ اور جہاں یہ مستقل وجود ہیں۔ وہاں پریشر نہیں اس طرح پریشر خواہ مخواہ محدود ہو گیا۔ مثلاً یک شہر روحوں اور پرمانو۔ اور پریشر کا آباد ہے۔ ایک محلہ میں روح رہتے ہیں۔ اور دوسرے میں پرمانو۔ تو تیسرے کونہ میں پریشر ؛

اگر کہا جاوے۔ کہ ہم میں پریشر ہے۔ تو کیا تم سرب بیاپک ہو سکتے ہو اگر نہیں

تو تم میں یا خود تم کیسے پرمیشر ہو سکتے ہو ؛

(نوٹ) قرآن شریف نے جس خدا کو پیش کیا ہے۔ وہ محدود نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر ایک جان کی وہی جان ہے۔ جس کے ساتھ وہ زندہ ہے۔ اور ذرہ ذرہ اس کے ہاتھ سے نکلا ہے اسی کے سہارے سے وہ موجود ہے۔ اور سب چیز پر وہ محیط ہے۔ کیونکہ ہر ایک چیز اسی سے نکلتی ہے۔ وہ الحی القیوم ہے۔ واللہ محیطٌ بالکٰفرین ؛

ہشتم۔ قدامت سے خدا کی خدائی اتفاقی ماننی پڑتی ہے۔ نہ کہ حقیقی

اگر ارواح اور مادہ اتفاقیہ طور پر موجود نہ ہوتے تو پرمیشری وہ کہاں سے دکھا سکتا۔ خدائی کس چیز پر کرتا؟ گویا حقیقی ارادی خدائی نہیں۔ یہ حسن اتفاق ہے۔ کہ خدا کی خدائی کے اظہار کیلئے ارواح اور مادہ بھی خود بخود ہی موجود تھے۔ یفعل ما یرید۔ فعال لما یرید یفعل ما یشاء صفات الٰہیہ ہیں۔ ان کا صریح انکار کیا جاتا ہے سچ ہے۔ ما قدروا اللہ حق قدرہ

نہم۔ قدامت مذکور سے عقل سلیم کو خیرباد کرنا پڑتا ہے ؛

یعنی روحوں اور اجزائے صغار عالم کا غیر مخلوق اور قدیم اور ازلی اور انادی ہونا صریحاً خلاف عقل ہے۔

(۱) اگر قدامت درست ہے۔ تو پرمیشر کی طرح ہر ایک چیز واجب الوجود یعنی مستقل وجود والی ٹھیر جاتی ہے۔ جو کہ باطل ہے ؛

(۲) اگر قدامت درست ہے۔ تو پھر پرمیشر کا ہم پر کونسا حق ہے۔ اور کیوں وہ ہم سے اپنی عبادت اور پرستش اور شکر گذاری چاہتا ہے۔ اور کیوں گناہ کرنے سے ہم کو سزا دینے پر تیار ہوتا ہے ؛

(۳) اگر قدامت درست ہے۔ اور ہماری روحانی بینائی اور دیگر روحانی تمام قوتیں خود بخود قدیم سے ہیں۔ تو پھر ہم کو فانی قوتوں کے پیدا ہونے کیلئے پرمیشر کی حاجت کیوں ہو ؛

(۴) جب کہ ادنےٰ کام جوڑنے جاڑنے کے واسطے پرمیشر کی حاجت ہے۔ تو اشیاء میں اصل گن اور قوت اور خاصیت کے ہونے کے واسطے کیوں خالق کی ضرورت نہیں۔ جب موخر الذکر جوڑنے جاڑنے سے اعلیٰ اور مشکل تر ہیں۔ اس سے بڑھ کر بھلا اور کونسی بات خلاف عقل

ہو سکتی ہے۔ کہ پرمیشر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور پھر اسے پرمیشری کاموں سے معطل سمجھتے ہیں۔ یہ ساری خرابی پرمیشر کو حقیقی مالک سمجھنے کی وجہ سے ہے۔

دہم۔ قدامت ماننے سے انسان میں تکبر اور رعونت آجاتی ہے۔ اور خدا کے احسان اور اس کی کامل پرورش سے انکار کرنا پڑتا ہے۔ اور خدا سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

قائلین قدامت مانتے ہیں۔ کہ انسانی روح میں جو اخلاق اور صفات اور قوتیں ہیں وہ خود بخود ہیں۔ خدا نے ان کو پیدا نہیں کیا۔ اور نہ وہ انسان کو خدا سے ملی ہیں اس سے معلوم ہوا۔ کہ ان قوتوں اور صفات اور اخلاق کو خدا سے کوئی تعلق نہیں۔ تعلق تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جس صورت میں یہ تمام اخلاق و صفات اور قوتیں انسان کو خدا سے ہی ہوں۔ دوسرے معنوں میں یہ کہ خدا ان کا خالق ہو۔ مثلاً جس طرح باپ کے اخلاق کا اثر بیٹوں میں آجاتا ہے۔ اسی طرح بندوں میں خدا خالق کا اثر آجاتا ہے۔ پس قدامت کے اصول سے جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ میری روح بمعہ جملہ خواص کے قدیم سے ہے۔ اور اس قدامت میں خدا کی شریک ہے۔ اور خدا اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ نہ ضرر پہنچا سکتا ہے۔ اور نہ کوئی نفع۔ اور انسان میں تکبر اور رعونت آجاتی ہے۔ اور خدا کا اپنے اوپر کوئی احسان نہیں سمجھتا۔ ایسی صورت میں ایسا خدا کسی بت سے کم نہیں اور اغلب ہے۔ کہ کبھی روح اور مادہ پرمیشر پر جو کہ بت سے کم نہیں غالب آجاوے۔ بشرطیکہ وہ دونو اتفاق کر لیں۔ ان دونوں کی کثرت ایک طرف ہو جاوے۔ اور ایسے خدا کا بت ایک طرف تو یقیناً اس بت کے مقابلے میں روح اور مادہ بازی لے جاوینگے۔ اور پرمیشر کو اتفاقیہ طور پر غالب آجانے کا نہ صرف مزا چکھا دینگے۔ بلکہ اسے نمک اور تیل کا بھاؤ بتا دینگے۔

گیارھواں۔ قدامت سے مسئلہ تناسخ کی بنیاد پڑتی ہے اس لئے جاودانی نجات سے انکار کرنا پڑتا ہے۔

تناسخ سے جاودانی نجات و مکتی حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ پرمیشر گناہ بخش نہیں سکتا اگر گناہ بخش دیوے تو یہ اس کے عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ اور نیز گناہ بخشنے سے

مکتی لازم آجاویگی۔ جب مکتی لازم آگئی۔ تو روحوں کے مکت ہو جانے کی وجہ سے آخرکار پرمیشر اپنی پرمیشری سے عاجز آجاوے۔ کیونکہ نئی روح مخلوق ہو نہیں سکتی۔ اس لئے اگر پرمیشر گناہ بخش کر ارواح کو مکت کر دیوے یا نجات دے دیوے۔ تو جونوں کے چکر میں کس روح کو کہاں سے لاکر ڈالے گا۔ بیچارہ پرمیشر نجات یافتہ ارواح کا منہ تکیگا کہ کسی نہ کسی بہانے سے پھر ان کو ہی اواگون اور تناسخ کے چکر میں ڈالے۔ پرمیشر کی کیا عجب طاقت و قدرت ہے۔ القصہ قدامت کے اصول کی وجہ سے مسئلہ تناسخ کی بنیاد پڑتی ہے۔ مسئلہ تناسخ کی جملہ قباحتیں مسئلہ قدامت پر آپڑتی ہیں۔ یا پھر مسئلہ تناسخ کی خاطر قدامت کا مسئلہ گھڑنا پڑا ہے۔ دونوں میں سے ایک بات ضرور ہے۔ بناءِ فاسد علی الفاسد

بارھویں۔ حضرت مسیح موعود کے حسب ذیل اشعار قابل غور ہیں

ایشر کے گن عجب ہیں ویدوں میں اے عزیزو
آمین نہیں مروت ہم نے سنا یہی ہے

دیکر نجات و مکتی پھر چھینتا ہے سب سے
کیا ہے وہ دیالو جس کی عطا یہی ہے

ایشر بنا ہے منہ سے خالق نہیں کسیکا
روحیں ہیں سب انادی پھر کیوں خدا یہی ہے

روحیں اگر نہ ہوتیں ایشر سے کچھ نہ بنتا
اسکی حکمتوں کی ساری بنا یہی ہے

ان کا ہی منہ سے تکتا ہر کام میں جو چاہے
گویا وہ بادشاہ ہیں ان کا گدا یہی ہے

القصہ آریوں کے ویدوں کا یہ خدا ہے
ان کا ہے یہ تکیہ وہ بے نوا یہی ہے

اے آریو کہو اب ایشر کے ہیں یہی گن
جسپر ہو ناز کرتے بولو وہ کیا یہی ہے

ویدوں کو شرم کر کے تم نے بہت چھپایا
آخر کو راز بستہ اس کا کھلا یہی ہے

قدرت نہیں ہے جسمیں وہ خاک کا ہے ایشر
کیا دین حق کے آگے زور آزما یہی ہے

کچھ کم نہیں بتوں سے یہ ہندوں کا ایشر
سچ پوچھئے تو واللہ بت دوسرا یہی ہے

ہم نے نہیں بنائیں یہ اپنے دل سے باتیں
ویدوں سے اے عزیزو ہم کو ملا یہی ہے

عیسائیوں نے ایک عاجز انسان کو خدا بنایا۔ اور ضالین میں شامل ہو گئے۔ مگر آریوں نے خدا کو ایک عاجز انسان کی حیثیت دیدی اور مغضوب علیہم میں شامل ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونو قومیں افراط و تفریط میں پڑ گئیں۔ اور صراط مستقیم سے دور بھٹکتی پھرتی ہیں ۴

۴ اور خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتیں۔ تاوقتیکہ خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ کریں۔ ما قدروا اللہ حق قدرہ۔

# نیست سے ہست

اول۔ روح نیست سے ہست ہونیکے معنے قرآن کریم کے رو سے یہ ہیں:۔

(۱) دو نطفوں کی ایک خاص ترکیب سے روح پیدا ہوتی ہے۔۔۔۔ یا

(۲) کیڑے مکوڑوں میں ایک ہی مادہ سے روح پیدا ہو جاتی ہے۔

چشمہ معرفت صفحہ ۱۵۰ و صفحہ ۱۵۱

دلیل۔ مشاہدہ ان ہر دو امور کی گواہی دیتا ہے۔ امور محسوسہ مشہودہ سے انکار کرنا سراسر جہالت ہے۔

(۳) جب ہم کہتے ہیں۔ کہ روح نیست سے ہست ہوتا ہے۔ تو اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ اول وہ کچھ بھی نہیں تھا۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ اس کے لئے کوئی ایسا مادہ نہیں تھا۔ کہ انسان اپنی قوت سے اس میں سے روح نکال سکتا۔ اور اس کی پیدائش صرف اس طور سے ہے۔ کہ محض الٰہی قوت اور حکمت اور قدرت کسی مادہ میں سے اس کو پیدا کر دیتی ہے۔

یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

یعنی اے رسول یہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں۔ کہ روح کیا چیز ہے۔ اور کیونکر پیدا ہوتی ہے۔ تو ان لوگوں کو جواب دے۔ کہ روح میرے رب کے امر سے پیدا ہوتی ہے۔ یعنی وہ ایک راز قدرت ہے۔ اور تم لوگ (یعنی سائلان کافران) روح کے بارے میں کچھ علم نہیں رکھتے۔ مگر تھوڑا سا یعنی صرف اسقدر کہ تم روح کو پیدا ہوتے دیکھ سکتے ہو۔ اس سے زیادہ نہیں جیسے ہمارے سامنے کسی مادہ میں سے کیڑے مکوڑے پیدا ہو جاتے ہیں

امثال مشاہدہ متذکرہ بالا

(۱) ہر ایک قسم کے اناج اور پھلوں میں جب کہ مدت تک رکھے جاویں ایک قسم کا

کا کیڑا لگ جاتا ہے:۔

(۲) انسان کو موت کے بعد دفن کرنے پر اس کا سارا جسم ہزارہا کیڑوں سے بھر جاتا ہے

(۳) گوبر کے درخت کا پھل جوں جوں پکتا ہے۔ اسمیں کیڑے پڑتے جاتے ہیں:۔

(۴) مرغی وغیرہ کے انڈے میں جبکہ وہ کل سڑ جائے۔ بجائے ایک بچہ کے صدہا کیڑے پڑتے جاتے ہیں:۔

(۵) باسی دودھ اور باسی دال وغیرہ میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ اور یہی نیستی سے ہستی ہے:۔

دوم۔ انسانی روح کے پیدا ہونیکے لئے خدا تعالےٰ کا قانون قدرت

(۱) ثم انشانا ہ خلقاً اٰخر ط فتبارک اللہ احسن الخالقین (سورہ المومنون)

یعنی جب رحم میں قالب انسانی تیار ہو جاتا ہے۔ تو پھر ہم ایک نئی پیدائش سے اس کو مکمل کرتے ہیں۔ یعنی اس مادہ کے اندر سے جس سے قالب تیار ہوا ہے۔ روح پیدا کرتے ہیں (چشمہ معرفت صفحہ ۱۱۵ و صفحہ ۱۱۶ و صفحہ ۱۵۱ و صفحہ ۱۵۲)

(۲) انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج (سورہ الدہر پارہ ۲۹)

یعنی ہم انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے پیدا کرتے ہیں۔ یعنی مرد اور عورت کے نطفہ سے پس ثابت ہوا۔ کہ خود نطفہ مرد اور عورت کا اپنے اندر استعداد رکھتا ہے کہ اس میں روح پیدا ہو وے۔ مرد اور عورت کے نطفہ باہمی ملنے سے وہ استعداد بہت قوی ہو جاتی ہے۔ اور آہستہ آہستہ وہ استعداد بڑھتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ جب بچہ کا پورا قالب تیار ہو جاتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ کی قدرت اور امر سے اسی قالب میں سے روح پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ واقعات مشہود اور محسوس ہیں۔ اور یہی نیستی سے ہستی ہے:۔

دلیل۔ ہم روح کو جسم یا جسمانی نہیں کہہ سکتے۔ یہ خدا تعالےٰ کی قدرت ہے۔ کہ وہ جسم سے ایک روح پیدا کرتا ہے۔ جو کہ نہ جسم ہے اور نہ جسمانی۔ مثلاً

(۱) زمین کی تہ کے نیچے کی مٹی سے بیڈکیں وغیرہ کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں۔

(۳) گلی ہوئی اور سڑی ہوئی شے سے ہزارہا کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں (چشمہ معرفت ص۱۲۱)
ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایسا ہوتا ہے۔ پس روح ضرور پیدا ہوتی ہے۔

## سویم۔ روح کے نیست سے ہست نہ ہونے کا بار ثبوت

جب کہ روح کا نیست سے ہست ہونا۔ امور محسوسہ مشہودہ میں سے ہے۔
اور ہمارے مشاہدے میں ہر روز ایسا آتا ہے۔ مثلاً جون دیکھتے دیکھتے انسانوں
میں پڑ جاتی ہے۔ اور یہ جسم کی میل سے بنتی ہے۔ اور انسانی روح مرد اور عورت
کے باہمی میل ملاپ کے بعد نطفہ سے ایک خاص ترکیب سے پیدا ہو جاتی ہے۔
اور گلی اور سڑی ہوئی اشیاء میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ اور برسات کے موسم میں بیشمار
کیڑے مکوڑے پر دار اور بے پروں کے بغیر ہمارے دیکھتے دیکھتے زمین میں
سے نکلتے اور پیدا ہوتے نظر آتے ہیں۔ انڈے سڑ جانے سے اس میں کیڑے پڑ
جاتے ہیں۔ اور باسی اشیاء میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ اور پھلوں اور اناجوں میں
کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ ان سب مثالوں سے روح کا پیدا ہونا ظاہر ہے۔ تو اس صورت
میں روح کا نیست سے ہست ہونا محسوسہ اور مشہودہ امور میں سے ثابت ہو گیا۔
یہ اصول بھی محکم ہے۔ کہ محسوسہ اور مشہودہ امور کا ثبوت طلب نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ
جو شخص سورج کی روشنی میں پھر رہا ہو۔ اور اس کی دھوپ سے جل رہا ہو۔ وہ کبھی
سورج کے چڑھنے اور دن کے ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر کوئی شخص ایسی
صورت میں بھی سورج اور دن سے انکار کرتا ہے۔ تو وہ جاہل اور بے حیا ہے۔ اس
کا کوئی علاج نہیں۔ لہذا اگر کوئی شخص لکھتا ہے۔ کہ روح نیست سے ہست
نہیں ہو سکتی۔ وہ مشہود اور محسوس سے انکار کرتا ہے۔ جیسے کوئی سورج
اور دن سے انکار کر بیٹھے۔ درانحالیکہ وہ اس کے جل رہا ہو۔ پس روح کے نیست
سے ہست نہ ہونیکا بار ثبوت اسکی گردن پر ہے۔ اور اس کا فرض ہے۔ کہ وہ
یقین اس امر کا دلادے۔ کہ موجودہ جنم میں پیدا ہونے سے پیشتر اس کی روح
کہاں تھی۔ کیا چیز تھی۔ کیا کیا کرتی تھی۔ ذرا قوت حافظہ کو وہ اپنا شیر بنا لے

پھر جب ایسے شخص کو قوتِ حافظہ سمجھا دیگی۔ کہ روح محدود العلم ہے اور موجودہ قسم سے پہلے کا حال نیستی میں ہے۔ تو وہ خود بخود روح کو حادث تسلیم کرے گا۔ اور نیست سے ہست پر اس کا یقین ہو جائیگا۔

چہارم۔ ارواح اور مادہ کہاں سے پیدا ہوئے؟

نیست سے ہست کے منکر ان کا یہ سب سے بڑا سوال ہوا کرتا ہے۔ کہ جب کوئی چیز ہی نہ تھی۔ نیست ہی نیست تھا۔ تو پھر خدا نے ارواح اور مادہ کو کہاں سے پیدا کیا۔ اور کس چیز سے اس عالم کو بنایا۔ نیست سے ہست کیونکر ہو گیا؟

(۱) الجواب (۱) اس سوال کی بنا یہ ہے۔

(الف) ایسے سایل خدا کی بے انتہا قدرتوں اور بے انتہا اسرار کو اپنے نہایت ہی محدود پیمانہ سے ناپتے ہیں۔

(ب) جو باتیں انسان کیلئے غیر ممکن ہیں۔ ایسے سایل خدا کے لئے بھی ان کو غیر ممکن ہی قرار دیتے ہیں۔

(۲) ہمارے مشاہدات گواہ ہیں۔ کہ خدا کی قدرتیں ناپیدا کنار ہیں اور اس کے اسرار وراء الوراء ہیں۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۱) کہ خدا تعالےٰ لیس کمثلہ شیٔ (انوپیم) ہے۔ (۲) کہ خدا تعالےٰ القادر۔ ان اللہ علےٰ کل شیٔ قدیر (یعنی سرب شکتیمان) ہے۔ (۳) کہ خدا تعالےٰ الصمد الغنی یعنی وہ اپنے افعال میں کسی کا محتاج نہیں (۴) لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ وھو السمیع البصیر۔ وھو اللطیف الخبیر خدا تعالےٰ کے صفات ہیں۔

پھر عاجز درماندہ انسان بے انتہا قدرتوں اور بے انتہا اسرار والے خدا کو اپنے اوپر کیوں قیاس کرنا شروع کر دیتا ہے۔ کہ بغیر روح اور مادہ کے اس نے اس عالم کو کس طرح پیدا کر دیا۔ یعنی نیست ... ہست کس طرح بنا دیا۔

(۳) کیا ایسے سایل حسب ذیل سوالات کے جوابات دے سکتے ہیں:۔

(۱) کہ پرمیشر یعنی خدا بغیر اسباب آنکھ کے دیکھتا تو ہے۔ لیکن کس طرح؟
(۲) کہ پرمیشر یعنی خدا بغیر اسباب کان کے سنتا تو ہے ۔ لیکن کس طرح؟
(۳) کہ پرمیشر یعنی خدا بغیر اسباب ہاتھ کے بناتا تو ہے ۔ لیکن کس طرح؟
(۴) کہ پرمیشر یعنی خدا بغیر اسباب دماغ و دل کے سوچتا تو ہے۔ لیکن کس طرح؟
(۵) کہ پرمیشر یعنی خدا بغیر اسباب ہتھیاروں کے زمین و آسمان کو بنا دیا۔ لیکن کس طرح؟
(۶) کہ پرمیشر یعنی خدا نے بغیر اسباب ویدوں کو الہام نہ کر دیا۔ لیکن کس طرح۔ جب کہ زبان نہیں اور قلم دوات استعمال نہیں کرتا ۔ (سرمہ چشم آریہ صفحہ ۹)

جب پرمیشر نے بغیر اسباب ہتھیاروں اور آلہ جات اور ہاتھوں کے اس قدر بڑے بڑے زمین و آسمان بنا دیئے۔ جو کسی شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ تو کیا وہ بغیر رعایت اسباب کے مادہ اور ارواح کو پیدا نہیں کر سکتا ضرور کر سکتا ہے۔ پس نطفہ سے پیدا ہونیوالے انسان کو احد۔ صمد۔ لم یلد و لم یولد صفات والے خدا کو اپنے اوپر ہی قیاس نہ کرنا چاہیئے ۔

(۱۴) پرمیشر نیست سے ہست نہیں کر سکتا۔ یہ بیہودہ منطق ہے ۔

اگر پرمیشر بغیر رعایت اسباب کے ارواح اور مادہ کو پیدا نہیں کر سکتا۔ تو پرمیشر کے ماننے والے یہ تو بتائیں۔ کہ پرمیشر کہاں سے اور کس طرح پیدا ہوا۔ اور ازلی ارواح اور ازلی مادہ کی طاقتیں۔ خواص۔ گن کا علم۔ اس کو کہاں سے حاصل ہو گیا۔ جبکہ وہ ان کا خالق نہیں ہے۔ کیونکہ عملی مزاولت کے بغیر حقیقی اور کامل علم نصیب نہیں ہو سکتا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ خدا تعالےٰ کی قدرت کی نسبت یہ بیہودہ منطق استعمال کی جاتی ہے۔ کہ بغیر رعایت اسباب کے ارواح اور مادہ کو پیدا نہیں کر سکتا۔ یعنی نیست سے ہست نہیں کر سکتا۔ سرب شکتیمان اور اتوپیم اسکی صفات ہیں۔ فعال لما یرید۔ یفعل ما یرید۔ سبحان اللہ عما یصفون۔

پنجم۔ محدود الفہم و العقل انسان ہست سے ہست کو نہیں سمجھ سکتا۔ چہ جائیکہ نیست سے ہست کو سمجھے ۔

(۱) جو کچھ ہمارے مشاہدے میں ہر روز آتا ہے۔ کیا ہم اپنے عقلی ہتھیاروں کے ذریعہ سے اس کی تہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ مثلاً

(الف) زمین میں گیہوں کا ایک دانہ بویا جاتا ہے۔ اور اس میں سے سبزہ نکلتا ہے اور ٹہنیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور خوشہ نکلتا ہے۔ اور پھر ایک دانہ سے کئی دانے ہو جاتے ہیں۔ علی ہذا القیاس آم کی ایک گٹھلی سے اور دیگر بیجوں کی یہ کیفیت ہے کہ خدا تعالےٰ اصل بیج سے ہی مختلف اشیا پیدا کر دیتا ہے کیا کوئی شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ دانہ یا گٹھلی جو بویا گیا۔ وہ تو صرف ایک تھا۔ پس یہ انبار لکڑیوں پتوں۔ اور پھولوں اور خوشوں وغیرہ کا کہاں سے اور کس طرح پیدا ہو گیا۔ اسکی تہ در حقیقت تک کون پہنچ سکتا ہے۔ کیا یہ بیتی سے ہستی نہیں؟ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایک دانہ یا گٹھلی کے صوبہ میں صرف ایک ہی، اور ایک ہی آم پیدا ہوتا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ لوگ بھوکوں مر جاتے۔ لیکن برتر از عقل یہ امر ہے۔ کہ ایک دانہ سے بیشمار دانے اور ایک گٹھلی سے بیشمار آم لگا دیئے۔ اس طرح نیستی سے ہستی کر کے خدا تعالےٰ ہمیشہ ہی ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

(ب) ہم اپنی آنکھوں اور کانوں وغیرہ کو ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ مگر کیا ہم اپنے عقلی ہتھیاروں سے اس کی تہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ کہ آنکھوں میں قوت بینائی اور کانوں میں قوت شنوائی کیونکر ہے۔

(ج) ماں کے پیٹ سے بچہ بنا بنایا تو پیدا ہو کر نکل آتا ہے۔ مگر کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ کس مشین نے اور کیونکر رحم کے اندر اس بچے کے جمیع اعضا کو تیار کر دیا۔

(د) بھاپ یعنی سٹیم میں قوت ہوتی ہے۔ کیا کوئی جواب دے سکتا ہے۔ کہ بھاپ میں کیوں وہ قوت موجود ہے۔

(ہ) کیا کوئی سمجھا سکتا ہے۔ کہ کسی مویشی مثلاً گائے کے پیٹ کے اندر گوبر پیشاب اور دودھ اور خون کس طرح الگ ہوتے ہیں۔ حالانکہ ہوتے ضرور ہیں:۔

(۲) (الف) ایک دھات جو بالکل کشتہ ہو کر بالکل نیست ہو جاتی ہے۔ اور مر جاتی ہے

وہ شہد اور سہاگہ اور گھی میں جوش دینے سے پھر زندہ ہو جاتی ہے۔ کیا اسکی کنہ اور حقیقت کو کی بتا سکتا ہے۔

(ب) مکھی اگر پانی میں مرجاوے تو وہ بھی زندہ ہو کر پرواز کر جاتی ہے اور اگر خاکستر اور نمک میں رکھی جاوے۔ تو بہت جلد پرواز کرتی ہے۔

(ج) بعض حشرت الارض اور بعض جانور مثلاً زنبور سخت سردی کے ایام میں مرجاتے ہیں۔ اور جب گرمی کا موسم آتا ہے۔ تو پھر زندہ ہو جاتے ہیں۔

ان جملہ اسرار کو بجز خدا تعالےٰ کے کون سمجھ سکتا ہے۔ جب کہ انسان ان باتوں اور صدہا اس قسم کی اور باتیں جن کو وہ ہمیشہ دیکھتا ہے۔ سمجھ نہیں سکتا۔ اور اس کی عقل اور فہم محدود ہیں۔ یہانتک کہ ہست سے ہست اس کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ تو نیست سے ہست یا اللہ کے اسرار کو سمجھنا کس قدر دشوار اور مشکل ہے۔

ششم۔ نیست سے ہست کی زندہ مثال۔

(۱) طاعون کا کیڑا تیس چالیس سال پہلے نیست تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کے منکروں کو عذاب دینے کے واسطے طاعون کے کیڑے کو نیست سے ہست کر دیا۔ کاش کہ نیست سے ہست کے منکرین طاعون کے کیڑے کی پیدایش سے ہی عبرت پکڑیں۔

(۲) حضرت مسیح موعود کا کشف جو مولوی عبد اللہ صاحب سنوری کی موجودگی میں ہوا تھا۔ نیست سے ہست ہونے پر زندہ مثال ہے۔ یعنی کشف میں سرخی کے چھینٹے جو گرے تھے۔ ان کی ہستی خارج میں بھی ہو گئی۔ اور جسم اور کپڑوں پر سرخ چھینٹوں کی چند بوندیں نمودار ہو گئیں۔ جن میں سے بعض مولوی عبد اللہ صاحب سنوری کے پاس اس وقت بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔

اخیر میں دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سب کو حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرماوے

والسلام

# پیدائش عالم

## (یعنی حدوث مادہ اور ارواح)

اگر ارواح اور مادے کا حدوث ثابت کر دیا جاوے۔ تو نہ صرف مسئلہ قدامت ارواح اور مادہ باطل ہو جاتا ہے۔ بلکہ مسئلہ تناسخ بھی بیخ و بن سے اکھڑ جاتا ہے۔ اور مسئلہ نیست سے ہست کی خوب تائید ہوتی ہے۔ اور ارواح اور مادہ کے خود بخود ہونے کی تردید ہوتی ہے۔ چونکہ قائلین تناسخ اور قائلین "قدامت روح و مادہ" اور اور منکرین "نیست سے ہست" جو کہ ہندوستان میں ہندو ہیں۔ عام طور پر اسلامی مسئلہ پیدائش عالم پر اعتراض کرنے کے عادی ہیں۔ خصوصاً آریہ سماجی تو اس قسم کے اعتراض کرنے کے خوب مشاق دیکھے گئے ہیں۔ اس واسطے مسئلہ پیدائش عالم یعنی حدوث روح و مادہ اسلامی نکتہ خیال سے بیان کیا جاتا ہے۔ تاکہ ایسے معترضین کے اعتراضوں کے جواب دینے میں دقت اور مشکل نہ اٹھانی پڑے۔ اور تاکہ ان کے اعتراضوں کی روک تھام نہایت آسانی سے ہو سکے۔ اور نیز اس لئے بھی کہ ان جملہ مسائل مذکورہ بالا کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔

دلیل اوّل۔ اللہ تعالےٰ خالق ہے۔

قل اللہ خالق کل شیءٍ وھو الواحد القھار۔ یعنی تو کہ اللہ ہر ایک شے کا خالق ہے۔ اس دعوے کی یہ دلیل ہے۔ کہ وہ الواحد اور القھار ہے (۱) الواحد کے یہ معنے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنی صفات اور افعال اور ذات میں لیس کمثلہ شیءٌ ہے۔ یعنی انوپیم۔ ست۔ چت۔ آنند ہے۔ یفعل ما یرید فعال لما یرید یخلق ما یشاء۔ اپنے ارادوں کی تکمیل میں بھی یکتا ہے نیست سے ہست کرنا بھی اس کی صفات یکتائی میں شامل ہے۔ ان ذلک

علی اللہ یسیر یعنی یہ اللہ تعالےٰ کے اوپر آسان ہے۔ اگرچہ انسانوں کے لئے ناممکن ہے۔

(۱) القہار کے یہ معنے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ سب چیزوں پر حکمران اور متصرف ہے۔ اور سب کو اپنے ماتحت رکھتا ہے۔ وہ احکم الحاکمین ہے۔ رب العالمین ہے۔ قوی اور عزیز ہے۔ برھم اور پریشر ہے۔

روح اور مادہ دونوں محکوم ہیں۔ ان کی حقیقی ہستی بھی ہرگز نہیں کیونکہ دونوں کو فنا لگی ہوئی ہے۔ اور وہ ہر وقت فنا پذیر ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ کل شیٔ ھالک الا وجھہ۔ یعنی ہر ایک چیز معرض ہلاکت میں ہے۔ اور مرنے والی ہے۔ بجز خدا کی ذات کے کہ وہ موت سے پاک ہے۔ اور حی ہے۔ اور روح اور مادہ کا قیوم ہے۔ پھر فرمایا کہ کل من علیھا فان یعنی ہر ایک جو زمین پر ہے مرے گا۔ اور مشاہدہ سے بھی ظاہر ہے۔ کہ روح اور مادہ اپنی ذات اور خواص اور عادات اور افعال میں ایک عزیز حکیم کے دست نگر اور محتاج ہیں۔ اور اگر مخلوق نہ ہوتیں۔ تو اسکی دست نگر اور محتاج ہرگز نہ ہوتیں۔ بفرض محال اگر کوئی شے غیر مخلوق ہو۔ تو وہ شے ازلی ہونے میں اور نیز اپنی حقیقی ہستی میں خدا کے شریک ٹھیرے۔ جو کہ بالبداہت باطل ہے۔

دلیل دوئم۔ مخلوق سے خالق تناسی عاصل کی جاسکتی ہے۔ لہٰذا پس اللہ تعالےٰ کے لئے مالک ہیں کوئی شریک نہیں۔ اور اسی نے ہر ایک شے کو پیدا کیا اور کوئی چیز اس کی پیدائش سے باہر نہیں۔ اس پر دلیل یہ دی ہے۔ کہ اس نے ہر ایک شے کو پیدا کر کے ہر ایک کے جسم اور طاقتوں اور قوتوں اور خواص اور صورت اور شکل کو ایک حد کے اندر محدود کر دیا۔ تا اس کا محدود ہونا محدد پر دلالت کرے۔ جو ذات باری عزاسمہ ہے۔ یہ تو شاہد اور تجارب سے ظاہر ہے۔ کہ ہر ایک محدود اور محصور کیلئے ایک محدد اور محصر لازمی ہے۔ پس مادہ اور جیو کا محدد اور محصر پریشر نہ ہوا۔ تو اور کون ہوا۔ خدا غیر محدود یعنی بے انت ہے۔ اس لئے اس کے متعلق یہ سوال نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کا محدد کون ہے۔ پس غیر محدود غیر مخلوق ٹھیرا:

(۱) یہ مضمون پنڈت لیکھرام صاحب کے رسالہ اسلام اور ستیارتھ پرکاش (باقی آئندہ)

دلیل سویم۔ مندرجہ ذیل سات صورتیں غلط ہیں تو خدا سب اشیاء کا خالق ہے ؛

(۱) ام خلقوا من غیر شیٔ (طور) کیا یہ لوگ خود بخود ہو گئے (عدم سے وجود یعنی ترجیح بلا مرجح کیونکر ہو سکتا ہے)

(۲) ام ھم الخالقون (طور) کیا یہ اپنے آپ ہی خالق ہیں۔ (اوّل۔ جوں جوں ... ہم پیچھے جاتے ہیں۔ کمزوری بڑھتی نظر آتی ہے۔ دویم تجربہ شاہد ہے۔ کہ انسان کو پیدا کرنا یا ہونا بڑی بات ہے۔ ایک کیڑا بنانے کے قابل نہیں ہیں۔ سویم۔ اس میں اپنی ذات سے تقدم اور دور لازم آتا ہے۔ جو کہ باطل ہے)

(۳) ام خلقوا السموات والارض بل لا یوقنون (طور) یعنی کیا آسمانوں اور زمینوں کے یہ خالق ہیں۔ بلکہ وہ یقین نہیں لاتے (یہ امر بھی صریح غلط ہے۔ اور تعدد الٰہ لازم آتا ہے ؛

(۴) ام عندھم خزائن ربک (طور) کیا ان کے پاس بے انت خزانے ہیں۔ (جن سے ان کو پتہ لگا۔ کہ یہ ارواح اور مادہ غیر مخلوق ہیں (تردید) نفس انسانی تو محدود ہے تو پھر خدا کی بے انت باتوں کا کیونکر احاطہ کر سکتا ہے)

(۵) ام ھم المصیطرون (طور) کیا یہ آزاد ہیں (اور کسی کے تحت و تصرف میں نہیں۔ یہ بات مشاہدے کے برخلاف ہے۔ ) کیونکہ انسان جینے مرنے اور کھانے پینے سب میں کسی کے نیچے ہے۔ اور کسی کے قبضۂ قدرت میں ہے)

(۶) ام عندھم الغیب فھم یکتبون (طور) ۔ کیا ان کے پاس علم غیب ہے۔ پس وہ لکھ لیتے ہیں (انسان محدود العلم ہے۔ آئندہ اور نیز پیدائش کے پیشتر کے حالات غیب اور عدم میں ہیں۔ انسان علم غیب کی تحصیل کے واسطے علیم خبیر ہستی کا محتاج ہے۔ اور عالم الغیب کا دست نگر ہے)

(۷) ام لھم الٰہ غیر اللہ سبحان اللہ عما یشرکون (طور) کیا ان کے لئے معبود ہیں سوائے اللہ کے۔ پاک ہے اللہ اس سے جو شریک ٹھیراتے ہیں (اگر ایک

اللہ کو معبود اور خالق قرار نہیں دیتے۔ تو اللہ تعالےٰ کے سوائے دیگر معبود اور خالق تجویز کرنے پڑتے ہیں۔ جو کہ فرک ہے۔ اور شرک باطل ہے۔ مگر ہم مشاہدہ سے کہتے ہیں۔ کہ ماسوائے اللہ تعالےٰ کے انسانوں کا اور کوئی معبود نہیں۔ لہذا وہی خالق ہے۔ جو کہ بے عیب ہے۔ اس میں کوئی نقص نہیں۔ اور نہ اسمیں کوئی کمزوری ہے۔ نیست سے ہست کرتا ہے عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ ہاں یہ درست ہے۔ کہ نیست سے ہست کرنے اور عدم سے وجود میں لانے کے لئے اس کا کوئی شریک نہیں۔ انسان جن کو غیب کا علم نہیں۔ وہ اس راز اور اسرار کی تہ تک کب پہنچ سکتے ہیں ؛

دلیل چہارم۔ نیست سے ہست کرنا اور عدم سے وجود میں لانا ایک کمال اور خوبی ہے ؛

ھو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ ۔ یعنی اللہ تعالےٰ ہی اندازہ کرنے والا ہے۔ اور وجود بخشنے والا ہے۔ اور رنگ برنگ صورتیں عطا کرنے والا ہے۔ کیونکہ عمدہ اور اچھی صفات اسی کے لئے ہیں۔ یعنی تمام صفات کاملہ سے موصوف ہے اور تمام نقصوں سے منزہ ہے۔ نیست سے ہست کرنا اور عدم سے وجود بخشنا ایک کمال اور خوبی ہے۔ اور عمدہ اور اچھی صفت ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کو سب کمالات اور خوبیاں اور عمدہ اور اچھی صفات حاصل ہیں۔ لہذا وہی ہے۔ جو کہ نیست سے ہست کرتا ہے۔ اور عدم سے وجود بخشتا ہے۔ اور خالق ہے۔ اور باری ہے اور مصور ہے۔ نیست سے ہست نہ کر سکنا اور عدم سے وجود نہ بخش سکنا ایک نقص ہے لیکن اللہ تعالےٰ تمام نقایص سے منزہ ہے۔ لہذا یہ منطق کہ نیست سے ہست ہونا اور عدم سے وجود ہونا ناممکن ہے۔ اللہ تعالےٰ کی نسبت استعمال نہیں ہو سکتی۔ ورنہ پر میشر میں نقائص تسلیم کرنے پڑیں گے سبحان اللہ عما یصفون۔

دلیل پنجم۔ لیس کمثلہ شیئ۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار اللہ تعالےٰ کی مثال اور مانند کوئی شے نہیں ہے۔ لیکن المرء مقیس علےٰ نفسہ۔ یعنی آدمی کو عادت ہے۔ کہ اپنے نفس کے اوپر ہی ہر عام طور پر

قیاس کر لیا کرتا ہے۔ اس واسطے اللہ تعالےٰ کی صفات کو بھی اپنے جیسی کر کے یہ جھوٹا اعتقاد بنا لیتا ہے کہ پر میشر نیست سے ہست نہیں کر سکتا۔ اور عدم سے وجود نہیں بخش سکتا کیونکہ آدمی کے لئے جو ایسا کرنا ناممکن ہے۔ اس کی بے چون و بے چگون صفات کو بھلا دینا ہے۔ کہ اس کے آگے کوئی اَن ہونی بات نہیں۔ حالانکہ آدمی دیکھتا ہے۔ کہ آنکھیں اس کی ذات کو دیکھ نہیں سکتیں۔ اور نہ اس کی کنہہ اور حقیقت کو پا سکتی ہیں۔ لیکن وہ ذات ایسی بے مثل ہے۔ کہ بغیر آنکھوں کے آنکھوں کو پالیتا ہے۔ اور اسے جسمانی اور روحانی آنکھوں کی کنہہ اور حقیقت معلوم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اور آدمی کے درمیان یہ بیّن فرق ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کو اپنے نفس پر کیوں قیاس کر لیتا ہے۔ کہ وہ بغیر مادہ اور روح کے کسی چیز کو بنا نہیں سکتا۔ نیست سے ہست نہیں کر سکتا۔ اور عدم سے وجود نہیں بخش سکتا۔ جب کہ وہ بغیر آنکھوں کے دیکھ سکتا ہے۔ اور بغیر کانوں کے سن سکتا ہے۔ اور بغیر ٹانگوں کے چل سکتا ہے اور بغیر ہاتھوں کے اور بغیر ہتھیاروں کے روح اور مادہ سے زمین و آسمان بنا دیا ہے۔ تو خود اروح اور مادہ کو عدم سے وجود بھی بخش دیتا ہے اور یہی نیست سے ہست ہے۔ اور یہی اس کا خالق ہونا ہے۔ اور یہی ارواح اور مادے کا حدوث ہے۔ اور اسی طرح سے اس نے پیدائش عالم کی ہے

دلیل ششم۔ جن اور انسانوں کی بے بسی اور عدم استطاعت ان کے رب خالق اور باری کے وجود اور ہستی پر دلالت کرتی ہیں جیسے کہ فرمایا۔

یٰمعشر الجنّ والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان یعنی اے جنوں اور انسانوں کے فرقو! اگر تم میں استطاعت ہے۔ کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل بھاگو۔ پس نکل تو بھاگو تم خدائے تسلط کے بغیر ہرگز نہیں نکل سکتے۔ کتنا بڑا چیلنج ہے۔ جو دعوے کرتے ہیں۔ کہ ہم خود بخود ہیں۔ اور مادر پدر آزاد ہیں۔ اس سچے بادشاہ کی بادشاہت کے باہر تو نکل کر دکھائیں۔ پس جب وہ یہ نہیں کر سکتے ہیں اور ہرگز نہیں کر سکتے۔ تو وہ اپنے کمزوری اور بے بسی اور ماتحتی اور حد بندی پر ہی دھیان کر کے اپنے رب اور خالق اور باری کے قایل ہو جائیں۔ نطفے سے پیدا ہونے والی عاجز ہستی یعنی انسان اللہ تعالےٰ

اور پریشر کے صفات کے بارے میں جھگڑا کرتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتاب منیر ثانی عطفہ لیضل عن سبیل اللہ لہ فی الدنیا خزی ونذیقہ یوم القیامۃ عذاب الحریق (الحج) یعنی اور بعض لوگوں سے وہ ہیں۔ جو اللہ تعالے کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ بغیر علم اور بغیر ہدایت اور بغیر کتاب روشن کے اور موڑنے والا اپنے شانے کو تاکہ راہ خدا سے گمراہ کرے۔ اس کے لئے دنیا میں رسوائی ہے۔ اور ہم اس کو بروز قیامت جلن کا عذاب چکھائیں گے۔ ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالے کی صفات اور ذات اور اس کے اقوال اور افعال میں جھگڑا کرنیوالے اشخاص کو اس دنیا میں کیسی رسوائی کا عذاب ملے گا جیسا کہ ہندوستان میں قائلین تناسخ دور قائلین قدامت ارواح اور مادہ اور منکرین "نیست سے ہست" کو بہت مدت سے عذاب مل رہا ہے۔ اور ہندوستان میں ان کی اپنی حکومت نہیں۔ اس دنیا میں اس پیشگوئی اور اصول کے مطابق عذاب ملنا آئندہ کے واسطے آخرت میں عذاب ملنے کیلئے دلیل ہے۔ پس اب بھی وقت ہے۔ کہ وہ سمجھ جائیں اور اس قسم کے اعتقادات سے باز آئیں۔ اور پریشر کو پریشر سمجھیں نہ کہ ایک عاجز انسان بلکہ اس سے بدتر۔ کیونکہ انسان تو بول سکتا ہے۔ اور گفتگو کر سکتا ہے۔ مگر انسان کے خالق پریشر کو بولنے اور گفتگو کرنیکی بھی طاقت و قدرت نہیں۔ یہ کیا پریشر ہوا۔ خاک۔ جو کہ اپنے ارادوں اور منشاؤں اور مدعا سے اپنی مخلوق کو اطلاع دینے کے بھی ناقابل ہے۔ اور گونگا ہے۔ پھر ان کو یہ کیسے معلوم ہو گیا۔ کہ فلاں کام سے ان کا پریشر راضی اور خوش ہو جاتا ہے۔ اور فلاں کام سے ناخوش۔ اور پھر جب خود پریشر نے ان کو کوئی خبر نہیں دی۔ کہ میں اس طرح راضی ہو جایا کرتا ہوں اور اس طرح ناخوش۔ تو پریشر کا کیا حق ہے۔ کہ انسانوں کے اعمال اور کرموں پر اجر و ثواب اور سزا و عذاب تجویز کرے۔ اگر کہو کہ ویدوں کے نزول کے وقت وہ بولا تھا۔ اور رشیوں سے اس نے گفتگو کی تھی۔ تو اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ وہ اس وقت بھی کلام کر سکتا تھا۔ جب کہ وہ بعد ازاں ہمیشہ کے واسطے کلام کرنے سے

ناکارہ ہو گیا ہے۔ اور گونگا ہے۔ اس قسم کے اعتراض کرنے لغو اور فضول ہیں۔ کہ پریشر کی زبان نہیں۔ اس واسطے وہ کلام کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ اس کے کان نہیں مگر وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھیں نہیں مگر وہ دیکھتا ہے۔ اس کا دل و دماغ نہیں مگر ارادہ و رحم اور حکمت اور عقل رکھتا ہے۔ پھر اگر اس کی زبان نہ ہو۔ تو وہ کلام کیونکر نہیں کر سکتا۔ اسلام کا کیا پاک اصول ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہر زمانے میں بقدر ضرورت کلام کرتا ہے۔ اور یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ نہیں۔ بلکہ ہر زمانہ میں اسلام میں ایسے شخص ہوتے رہے ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ اپنے کلام کیلئے چن لیتا رہا ہے۔ چنانچہ یہ ہمارا زمانہ بھی اس قسم کے برگزیدہ شخص سے خالی نہیں گیا۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اللہ تعالےٰ نے اپنے مکالمہ و مخاطبہ سے شرف فرمایا۔ اور کرشن اوتار کا لقب دیا۔ اور فرمایا۔ کہ ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳ پس اے آریہ لوگو! تمہارا نجات دہندہ کرشن اوتار قادیان ضلع گورداسپور میں آچکا۔ اس سے اپنے پریشر کی معرفت حاصل کرو۔ کہ وہ قادر توانا ہے اور خالق ہے۔ اور کلام کرنے پر کیسے قدرت رکھتا ہے۔ جیسا کہ اس قادر مطلق پریشر نے پنڈت لیکھرام پشاوری کی موت کی نسبت اپنے اس ملنے کے کرشن اوتار کو خبر دی۔ اور یہ پیشگوئی تم نے اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھی۔ پھر بھی تم کو اس کے قادر مطلق اور کلام کرنے والا ہونے میں شک ہے غرضیکہ اسلام کا یہ زندہ خدا ہے۔ جو کہ تازہ بتازہ نشانات کے ساتھ اسلام کی تائید کرتا ہے۔ اور اپنی ہستی کو اپنے بندوں پر ظاہر کرتا ہے۔ جس سے یقین اور معرفت ترقی کرتے ہیں۔ کیا تم میں کوئی سعید اور نیک بخت انسان ہے جو کہ ان امور پر غور کرے۔ میں کدھر چلا گیا اب میں پھر اپنے مضمون کی طرف رخ کرتا ہوں۔

## پیدائش کے اقسام

(۱) بدیع السموات والارض سے ظاہر ہے۔ کہ آسمان اور زمین بدوں وسائط بنائے گئے
(۲) خلقت بیدی سے ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔

(۳) یحفظونہ من امر اللہ - والمرسلات عرفاً - فالمدبرات امراً - یمددکم ربکم بخمسۃ الاف من الملائکۃ سے ظاہر ہے - کہ اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کو پیدا کر کے مظاہر قدرت بنایا۔

(۴) عناصر اور ارکان کو پیدا کر کے اپنا مظاہر قدرت بنایا - مثلاً احراق آگ سے اور پیاس بجھانا پانی سے وغیرہ وغیرہ۔

# پیدائش انسان

آریوں کے اعتراضات پیدائش انسان پر ہوا کرتے ہیں - اسکے متعلق چند باتیں زیر غور رہنی چاہیئے - مثلاً انسان کو اللہ تعالےٰ نے پہلے مٹی سے پیدا کیا - اس امر کا ثبوت یہ ہے کہ کل شیء یرجع الی اصلہ اسی واسطے مردہ انسان پھر مٹی ہو جاتا ہے - یا مثلاً پہلی پیدائش میں اللہ تعالےٰ نے جسقدر مرد اور عورتوں کو پیدا کرنا چاہا - اتنے ہی پیدا کر دیئے قرآن کریم میں پہلی پیدائش کے مرد اور عورتوں کا ذکر نہیں ہے - یا مثلاً اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب آدمیوں سے پہلے پیدا نہیں کیا تھا - بلکہ ان سے پہلے بھی آدمی موجود تھے - اسی واسطے ان آدمیوں میں حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ کر کے مبعوث فرمایا - پھر مثلاً حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا نہیں کی گئی تھی - بلکہ فرمایا خلقہا منہا زوجہا (سورہ نساء) یعنی اللہ تعالےٰ نے اس واحد نفس کی جنس سے اس کا زوج پیدا کیا - جس سے معلوم ہوتا ہے - کہ نفس کی جنس بھی موجود تھی - جو کہ اور انسان تھے - پھر مثلاً حضرت آدمؑ کی لڑکیوں اور لڑکوں کی آپس میں شادیوں کا ذکر قرآن کریم میں ہرگز نہیں - ان امور کو مد نظر رکھکر آریوں سے گفتگو ہونی چاہیئے۔

اوّل - ایشری سرشٹی میں پیدائش انسان۔

(۱) من تراب یعنی مٹی سے (۲) من طین یعنی پانی سے مٹی سے (۳) من حماء مسنون یعنی متغیر گارے سے (۴) من طین لازب پھر معتدل طین سے (۵) من صلصال پھر بولنے والے مادے سے (۶) من حماء من صلصال کالفخار پھر پلے ہوئے بولنے والے مادے سے - اور آخر میں (۷) و نفخت فیہ من روحی پھر میں نے اپنی روح میں سے اس

میں پھونک دیا۔ اس کی کمیت اور کیفیت کو صرف خالق ہی سمجھ سکتا ہے۔ وہ انسانی فہم سے بالاتر ہے۔ انسان تو اپنے سامنے پیدا ہونے والی اشیا کی پیدائش کی کنہ اور حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ ہاں مثال کے طور پر بیشمار کیڑے مکوڑے برسات میں ہمارے ہی سامنے پیدا ہو کر پرواز کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس طرح کسی انسان کی پیدائش ابتدا میں سمجھ لو۔

دویم مینتھی سرشٹی میں پیدائش انسان۔

(۱) من سلالۃ خلاصہ سے (۲) من طین پانی ملے ہوئے سے (۳) من نطفۃ تھوڑے سے مادے سے (۴) علقہ جونک یا جوں کی طرح (۵) مضغہ اسقدر ہوتا ہے جسقدر چبانے کا لقمہ (۶) عظام ہڈی (۷) کسونا عظام لحما ہم نے ہڈی پر گوشت چڑھایا (۸) ثم انشأناہ خلقا آخر پھر ہم نے روح کی پیدائش کر کے انسان کو مکمل بنا دیا۔

فتبارک اللہ احسن الخالقین کیا اس پیدائش کی نظیر دنیا پیش کر سکتی ہے۔

سویم۔ حکمتوں کے لحاظ سے فرمایا ماتریٰ فی خلق الرحمٰن من تفاوت۔ یعنی کیا تو الرحمٰن کی پیدائش مخلوق میں بلحاظ حکمتوں اور خوبیوں کے کوئی فرق ہے۔ یا نقص ہے۔ ہرگز نہیں مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہیں۔

چہارم۔ پھر۔ اعتبار صفات کے انسانوں کی یہ حالت ہے۔ فرمایا کہ وقد خلقکم اطوارا۔ اس لئے کہ اصل مادہ یعنی مٹی اور طین میں باہم بڑے بڑے اختلاف تھے۔ پھر علاوہ ازیں غذاؤں ہواؤں روشنیوں قرب وجوار اور پانی کے باعث بھی اختلاف ہیں۔ پھر پہاڑوں اور سمندروں کے باعث تفرقہ ہے۔ پھر بیماری صحت کے باعث اختلاف ہیں۔ پھر رنج و غضب اور صحبت تادیب۔ تلقین۔ مذاہب۔ مطالعہ کتب۔ لباس خوراک وغیرہ کے باعث تفاوت مراتب پیدا ہوتے ہیں۔

اختلاف کے مذکورہ بالا بواعث اور اسباب اس امر کی خوب تردید کرتے ہیں۔ کہ سابقہ جنم کے سابقہ اعمال ہی اس دنیا میں تفرقہ اور اختلاف اور تفاوت مراتب کے باعث ہیں۔ لہذا مسئلہ تناسخ کا ابطال بھی اس مشاہدہ اور تجربہ سے ہو گیا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

خاکسار غلام احمد خاں راجپوت سٹرو عہ وکیل پاکپٹن

یا اللہ خیر - اعلان - اعلان !! اعلان !!!

# اصلی حمیرا

بے نظیر چیز مفید تجربہ شدہ دوائی ہے - امراض چشم کے لئے اصلی حمیرا مصدقہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ مولوی حکیم نورالدین صاحب کا ہے اور حضور ممدوح نے نسخہ بتایا - اور فرمایا کہ برائے امراض چشم بسیار مفید ست - اس نسخہ کا تجربہ قریب شانزدہ اٹھارہ سال سے میں نے کیا ہے - اس یقین پر میں پہنچ گیا ہوں - کہ میں اس کا اعلان کروں - تمام ان لوگوں کو جو چشم کے امراض میں مبتلا ہوں - یا کمزوری نظر ہو - زیادہ عمر ہو - یا عینک کے سوا کچھ نہیں پڑھ سکتا - یا کمزوں کی مصیبت میں گرفتار ہو - آٹھ دن اس کا استعمال کریں - اگر بے نظیر ثابت نہ ہوا - تو واپس کریں - میں اس کو بلا چون وچرا قیمت واپس کردوں گا - اور منی آرڈر کا خرچ بھی ادا کردونگا - سب سے عمدہ یہ ہے - کہ چار ماشے طلب کریں اور تجربہ کے بعد خود معلوم ہوگا - کہ میرا اعلان سچ ہے کہ جھوٹ - نرخ حمیرا ایک تولہ عمدہ مئی جون میں اس کی قیمت بجائے عمدہ کے ۵ روپے لئے جائیں گے - سرمہ حمیرا ایک تولہ دو روپے -

# سست سلاجیت

محیط اعظم سے نقل کیا گیا ہے - جس کی عبارت یہ ہے - مقوی جمیع اعضاء نافع صرع فتہی طعام - قاطع بلغم ورباح دافع بواسیر وجذام واستسقاء وزردی رنگ وتنگی نفس ودق وشنجوخیت خارج بلغم وقاتل کرم شکم مفتت سنگ گردہ مثانہ ومسلل البول ودرد مفاصل وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہے - بقدر دانہ نخود صبح کے وقت دودھ کے ساتھ استعمال کریں - قسم اوّل عمدہ تولہ - قسم دوم ۸/ ؎

لنگیاں اور کلاہ - ہر قسم کی لنگیاں مشہدی اور پشاوری - بادامی میاہ اور سفید ماشی ریشمی سوتی - ٹسری صافے سفید اور بادامی اور پشاوری ٹوپیاں ہر قسم کی مل سکتی ہیں ؎

المشتہر

احمد نور کابلی مہاجر - سوداگر - قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

یہ رسالہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان سے نکلتا ہے

ڈاکٹر برمن کی بنائی سنہ ۱۹۲۱ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت اعلیٰ درجہ کے چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور بلا قیمت و محصول ڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو کارڈ پر دس متفرق جگہ کے لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھ کر بھیجدیجئے۔ جنتری بواپسی ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ کر دی جائے گی۔

نمبر ۱

## تفصیل ادویات مع قیمت

| نام دوا | قیمت | نام دوا | قیمت | نام دوا | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|
| عرق کافور | ۶ر | پرانے ملیریا یا بانجہ کی گولیاں | ۱۰ر | روغن ریندی | ۱۲ر |
| دمہ کی دوا | عہ ۸ر | بدہضمی و بدہضمی کے دست | عہ ۴ر | روغن صندل | ۱۴ر |
| بخار کی دوا (کلاں) | عہ ۴ر | کونین کی ٹکیہ | ۱۴ر | روغن اجوائن | ۸ر |
| پرانی سوزش | عہ ۱۰ر | سر درد کی گولیاں | ۱۲ر | روغن سونٹھ یا ادرک | ۱۲ر |
| گرمی | ۲ر | جلاب کی گولیاں | ۹ر | روغن سونف | ۶ر |
| کولاٹانک | عہ ۱۲ر | ہاضمون کی گولیاں فی ڈبیہ | عہ ۲ر | روغن دارچینی | ۱۲ر |
| گھیگھ کے کھانسی کی دوا | | طاعون کی گولیاں چھوٹی ڈبیہ | ۱۲ر | روغن لونگ | ۸ر |
| گھیگھ کے لگانیکی دوا | ۶ر | | عہ ۸ر | روغن لیمو | ۶ر |
| گھیگھ کا مرہم | ۱۰ر | سپنی لائن | عہ ۲ر | روغن الائچی | ۱۲ر |
| پیٹ ہیلہ | عہ ۱۲ر | عرق پودینہ | ۱۲ر | لیونڈر | ۱۴ر |
| کھانسی کی دوا بڑی | عہ ۴ر | کلوروڈائن ۸ر (دو چنی عہ ۲ر) | ۸ر | تھرمامیٹر انگریزی | ۱۳ر |
| کھانسی کی دوا چھوٹی | ۱۰ر | لال شربت | عہ ۶ر | تھرمامیٹر اردو | ۱۳ر |
| کان بہنے کی دوا | ۶ر | خارشت کھجلی کی دوا | ۱۲ر | نمونہ کا بکس | عہ ۴ر |
| داد مرہم | ۶ر | امراض متعورات کی دوا | عہ ۱۲ر | زخم کا مرہم | ۸ر |
| امراض دندان | ۸ر | زخم دھونے کی ٹکیا | ۲ر | پیپرمنٹ کاسٹ | ۱۲ر |
| متوی باہ کی گولیاں | عہ ۱۲ر | روغن پیپرمنٹ | عہ ۱۲ر | | |

المشتہر۔ ڈاکٹر ایس کے برمن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ